وہ سرورِ کشورِ رسالت
جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
قصیدۂ معراجیہ
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بمع مختصر شرح
شارح
فضیلت الشیخ مولانا عاصی بغدادی مدظلہ العالی
حاشیہ از
مفتی عبدالرحمٰن قادری مدظلہ العالی
شعبہ نشر و اشاعت
تحریک اتحادِ اہلسنّت پاکستان

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

قصیدہ معراجیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بمع مختصر شرح

شارح: جناب عاصی بغدادی مدظلہ العالی

حاشیہ از
مفتی عبدالرحمٰن قادری مدظلہ العالی

ناشر
تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

نامِ کتاب : قصیدہ معراجیہ بمع مختصر شرح

سنِ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۳۷ھ بمطابق مئی 2016ء

باراول: (تعداد ایک ہزار (1000))

سلسلہ مفت اشاعت نمبر: 83

ناشر: تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان (کراچی)

عرضِ ناشر

''قصیدہ معراجیہ بمع مختصر شرح'' کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ تحریک اتحادِ اہلسنّت پاکستان کی جانب سے یہ کتاب شائع کی جارہا ہے۔ تحریک اتحادِ اہلسنّت پاکستان کی جانب سے دولاکھ سے زائد کتب اور رسالہ المصطفیٰ اور لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ مفت تقسیم کیئے گئے ہیں۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ سلسلۂ مفت اشاعت کو مزید ترقی دینے کے لئے آپ ہمارے ساتھ مالی تعاون فرمائیں۔ شکریہ

گزارش

اگر آپ کو اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا کوئی کمی بیشی نظر آئے تو اسے اپنے قلم سے درست کر کے ہمیں بھیجئے تاکہ ہم آئندہ اشاعت میں اس کمی کو پورا کرسکیں۔

﴿پیش لفظ﴾

(انگریزی) انگلش کا ایک عام لفظ ہو تو قاموس کھولنے پر ایک ہی لفظ کے کئی معنی ملتے ہیں اب یہ ترجمہ اور شرح کرنے والے کی فہم پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے کس معنی کو چنتا ہے جو کہنے والے کے تاثرات کو اس کے حقیقی معنی کے قریب تر پہنچادے۔

شعروشاعری کی شرح اس سے مختلف ہے، یہاں صرف لغت ہی نہیں بلکہ شاعر کی شخصیت اور اس کے مزاج سے واقف ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ایک بار چند احباب نے حضرت قطبِ مدینہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کی کہ زید اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام نہیں پڑھتے، حضرت نے فرمایا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام پڑھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر پڑھنے والا ضروری نہیں کہ کلام کے معنی ومطالب سے بھی آگاہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری کو دو جہتوں سے دیکھا جائے تو ایک جہت کو سمجھنا تو بہت آسان اور ہر سنی مسلمان کو حاصل ہے وہ یہ کہ ہر شعر شریعت کی حدود کا پاس رکھتے ہوئے عشقِ حقیقی کا جام پلاتا ہے لیکن دوسری جہت نہ صرف عوام الناس بلکہ اہلِ علم کو بھی سمجھنا ایک دشوار امر ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بندوں کو علم سے مستفید کرنے کے لئے چند بندے چن لیتا ہے۔اس دورِ کسمپرسی میں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے کلام رضا کو سمجھانے کے لئے ایک گوہر نایاب مولانا عاصی بغدادی ضیائی کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔آپ دامت برکاتہم العالیہ نے بارہا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے قصیدہ معراج کی شرح فرمائی اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ جب کسی شعر کو اس کی شرح سمجھنے کے بعد سنا جائے تو سنتے وقت کی کیفیت کا بیان نہیں ہوسکتا۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا کے گذشتہ سے پیوستہ ۲۰۱۴ء میں بیان افرمودہ زبانی ارشادات کو قلمی صورت میں پیش کرنے کا خیال آیا اور حسبِ ضرورت ترمیم کے ساتھ اس کو تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس سعی کے تمام محرکین کو دوجہاں کی سعادتیں نصیب فرمائے۔آمین

سگ قطبِ مدینہ

اظہارِ تشکر

اللّٰہ رب محمدصلی علیہ وسلما   نحن عباد محمدصلی علیہ وسلما

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہر صبح وشام، دنیا کے ہر حصہ، ہر خطہ میں، بحر و بر میں، دشت وجبل میں حتیٰ کہ عرش پر بھی انہی کا ذکر ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اپنے انداز میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کیا کہ۔۔۔ ذکر حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے۔۔۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت علیہ الرحمہ کا قصیدۂ معراجیہ اس کی اعلیٰ مثال ہے۔ بقول پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی ''گذشتہ صدی کے شعراء کے کلام پر صرف قصیدہ معراجیہ کو رکھ دیا جائے تو بلاشبہ ان سب پر بھاری ہوگا۔''

کلام الامام امام الکلام کے مصداق کلامِ اعلیٰ حضرت کو سمجھنا ہر شخص کجا ہر عالم کے لئے بھی ممکن نہیں جب تک کہ کافی علوم وفنون پر مہارتِ تامہ نہ ہو۔ زیرنظر شرح حضرت قطبِ مدینہ ضیاء الملۃ والدین مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کے خادمِ خاص مخدوم ومحترم یادگارِ اسلاف حضرت علامہ مولانا عاصی بغدادی ضیائی صاحب کی ایک پُرمغز تقریر کا متن ہے جسے عاصی بغدادی صاحب کے ایک محبّ پیر بھائی نے کمپوزنگ سے آراستہ کیا اور پھر تحریکِ اتحادِ اہلسنّت کی ایماء پر فقیر کو حاشیہ پر کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ شارح نے بالکل آسان اور عام فہم انداز میں شرح کی ہے تاکہ اشعار کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اُجاگر ہوجائے۔ مختصر وقت میں کوشش کی کہ شرح میں جن باتوں کا ذکر ہے اُن کے حوالہ جات اور تفاصیل حاشیہ میں ذکر کردی جائیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی پائیں تو فوراً اصلاح فرمائیں۔

میں انجمن ضیاءِ طیبہ کے سیّد مبشر ضیائی اور رہبر اسلامک فاؤنڈیشن کے مولانا عبدالجبار نقشبندی

صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے حاشیہ کو ترتیب دینے کے لئے اپنی کتب سے استفادہ کا موقع فراہم کیا اور دارالافتاء الفیضان کے میرے رفیق مولانا شفیق الرحیم خان جنہوں نے کچھ اہم حوالے تلاش کرنے میں میری معاونت فرمائی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت علیہ الرحمہ کا خصوصی فیضان نصیب فرمائے۔ شارحِ قصیدۂ معراجیہ استاذِ گرامی حضرت علامہ مولانا عاصی بغدادی کی عمر وصحت، علم وعمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے اور جن مخلص بزرگوں اور تحریک اتحادِ اہلسنّت کے اراکین اور محبین نے اس میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

یاالٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اُٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

مفتی عبدالرحمٰن قادری

۳۰ اپریل ۲۰۱۶ء

قصیدہ معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لَے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگار ہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنوراسنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اِک تل میں رنگ لاکھوں بناوٴ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیاء سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاوٴس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز وتمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پُرداغ ملگجا تھا اُٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارِ نگہ سے کوسوں قد م قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دورویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشت زین تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صداشفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجوم امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گرد رہ منورہ وہ نوربرسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل اُمنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

ستم کیا کیسی مَت کٹی تھی قمر وہ خاک اُن کے رہ گزر کی
اُٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھنا مٹے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن مہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہارہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہورہا تھا
نجوم و افلک جام و مینا اُجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمرکمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پر لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دھل گیا نام ریگ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رُخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِچماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب ایں وآں سے گزر چکے تھے

جھلک سے اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برأت میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبو کا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغ عقل اُڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے

قوی تھے مرغان وہم کے پَر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کر بیخود پکار اُٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلوؤں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گردِ قربان ہورہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو سر جھکالے گمان سے گذرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این ومتیٰ کہاں تھا نشان کیف والیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال وہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اُبھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیاء سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر اُن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلے کے سلسلے تھے

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں اُبھرا
دنیٰ کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے لنگر اُٹھادیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جاہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ وگل کا فرق اُٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سرجھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکان کے جھوٹے نقطوتم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہارگندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہ برج بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیئے
یہ جوشِ ضدین تھا کہ پودے کشا کش ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

نبیِ رحمت شفیع امت رضاؔ پہ للّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

{ماخذ و مراجع و کتب مطالعہ}

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
2	تفسیر روح المعانی	امام محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
3	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
4	تفسیر روح البیان	امام اسماعیل حقی ۱۱۳۷ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
5	تفسیر در منثور	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
6	مدارج النبوۃ	شیخ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
7	مواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی ۹۱۱ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
8	زرقانی	امام محمد بن عبد الباقی ۱۱۲۲ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
9	شفاء شریف	امام قاضی عیاض ۵۴۴ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
10	شرح شفاء شریف	امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
11	حیوۃ الحیوان	امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
12	معارج النبوۃ	علامہ معین الدین کاشفی ۹۰۷ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
13	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
14	شرح سلامِ رضا	مفتی محمد خان قادری
15	شرح حدائق بخشش	حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
16	مدلل تقریریں	علامہ ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

17	فتاویٰ رضویہ شریف	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
18	الانوار البھیہ فی اسراء ومعراج خیر البریہ	شیخ سید محمد بن علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
19	نادر المعراج	عباد اللہ شیخ العالم اکبر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
20	معراج الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	الدکتور رضوان فضل الرحمن شیخ مدنی
21	شرح حدائق بخشش	الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
22	حدائق بخشش	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
23	قصیدہ بردہ شریف	امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
24	ذوقِ نعت	حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
25	الاسراء والمعراج	شیخ محمد متولی الشعراوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
26	محاضرات حول الاسراء والمعراج	امام محدث عبد اللہ سراج الدین الحسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
27	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
28	ماثبت بالسنۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
29	سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف الصالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
30	تفسیر ابن کثیر	عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ
31	المسند امام احمد	امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
32	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مائۃ حاضرہ سیّدنا امام احمد رضا خان فاضلِ بریلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اردو کے مشہور شاعر محسن کاکوروی[1] معراج کے بارے میں اپنا ایک قصیدہ (جو کہ اسکولوں کے نصاب میں بھی ہے جس میں ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'') سنانے کو آئے۔ظہر کے بعد حضرت کی محفل ختم ہونے والی تھی جس میں دو شعر سنائے ہونگے اس کے بعد انہوں نے کہا کہ بقیہ اشعار عصر کے بعد سنائے جائیں گے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف لے گئے اور ظہر اور عصر کے درمیان ''۶۷'' اشعار، یہ پوری نظم جو کہ اسرا کی خوشی میں مبارک باد پر منحصر ہے اس کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے (معراجِ نظم) کہ نظم کی بلندی (نظرِ

---

[1] محسن کاکوروی، سید محمد محسن نام اور سید تخلص تھا۔کاکوروی میں پیدا ہونے کی وجہ سے محسن کاکوروی مشہور ہیں۔ بعض جگہوں سے ہوتے ہوئے لکھنؤ (بھارت) کے مضافات میں ایک قصبہ کاکوروی میں ان کے خاندان نے بود و باش اختیار کی۔ان کی پیدائش 1827ء اور انتقال 1905ء میں ہوا۔

ان کے بیٹوں نے ان کے نعتیہ کلاموں کا مجموعہ ''کلیاتِ نعتِ محسن'' کے نام سے شائع کیا۔ان کا شعری سرمایہ ذیل ہے (۱) گلدستۂ کلامِ رحمت (۲) ابیاتِ نعمت (۳) مدیح خیر المرسلین (۴) نظم دل افروز (۵) انیس آخرت (۶) مثنویات (۷) صبح تجلی (۸) فغانِ محسن (۹) چراغِ کعبہ (۱۰) نگارستانِ الفت (۱۱) شفاعت ونجات (۱۲) اسرار معنی در عشق (۱۳) حلیہ مبارک سراپا رسول (۱۴) رباعیاں 1857ء کے دوران

ڈاکٹر ابو محمد سحر اپنی کتاب ''اردو میں قصیدہ نگاری'' میں محسن کے قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین'' کے متعلق لکھتے ہیں ''ان کے قصیدے مدیح خیر المرسلین کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ ان کا قصیدہ اردو قصائد میں منفرد اور امتیازی مقام کا مالک ہے، اس کی تشبیب جس پر اس قصیدے کی مقبولیت کی بنیاد ہے یوں تو بہاریہ تشبیب ہے لیکن محسن نے اس کو برسات کے موسم سے ہم آہنگ کر کے مقامی رنگ، ہندوستانی تلمیحات، ہندوستانی رسوم ورواج اور ہندی الفاظ کی آمیزش اتنی فن کاری سے کی ہے کہ کچھ اور ہی عالم پیدا ہو گیا ہے''

تفصیلی حالات جاننے کے لئے ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کی کتاب ''حضرت محسن کاکوروی اردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر'' کو دیکھیں نیز روزنامہ اردو ٹائمز بمبئی کے سنڈے میگزین 10 اگست 2008 کے صفحہ 12 پر تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔

گدا) جوکہ ایک فقیر نے پیش کی ہے (بحضور سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوۃ وثنا گرتہنیتِ شادی اسرا) اسراومعراج کی خوشی میں مبارک باد کے بارے میں ایک نظم کی معراج جوایک گدا یعنی امام احمد رضا نے حضور سلطان الانبیاء کے دربار میں پیش کی ہے۔

فنون بلاغت میں ۲۴۴ صنعتیں ہیں ان صنعتوں کو علیحدہ کسی محفل میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ فنون کون کون سے ہیں۔ ان فنون میں ایک ہے براعتِ استھلال یا حسنِ ابتداء۔ شاعر پہلے مصرعے میں یا کسی کتاب کے خطبے میں اور بعض اوقات جو قادر الکلام مصنف ہوتے ہیں وہ کتاب کے نام میں بھی یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ کتاب کس موضوع پر ہے اور اس میں شاعر کا موقف کیا ہے شاعر اس کتاب میں کس بارے میں کہنا چاہتا ہے۔ اور اس میں کچھ چیزیں اضافت بھی ہوتی ہیں جیسے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ عظیم البرکت نے اگر کسی کتاب کا نام رکھا ہے تو اس کتاب کے نام میں ہی اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ کتاب کس موضوع پر ہے اور اس میں اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا موقف کیا ہے ساتھ ہی ساتھ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کی تاریخِ تصنیف کون سی ہے۔ اسی طرح عموماً آپ کو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے خطبوں میں ملے گا کہ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کتاب کے خطبے میں ہی اپنا مسلک واضح کر دیتے ہیں اسی براعۃ استھلال یا حسنِ ابتداء کی ایک جھلک ''وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے'' میں ہے۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

خوبیاں تو بہت سی ہیں جس میں ایک خوبی کو ہم کہتے ہیں تجنیس کامل اور تجنیسِ جزوی، تجنیس یہ کہ ایک شعر میں دو لفظ ایسے ہوں جو ہم وزن ہوں اور اس میں اکثر لفظ ملتے جلتے ہوں یہاں پر آپ دیکھیں گے کہ 'سرور' اور 'کشور' اسی طرح آپ کو ملے گا 'طرب' اور 'عرب'، اسی طرح آپ کو ملے گا 'ساماں' اور 'مہماں' تو یہ صنعتِ لفظی ہیں جن کی تقریباً ۲۴۴ قسمیں ہیں ہم نہیں چاہتے

کہ اس کی طرف جائیں ہم صرف ان اشعار کے معنی کی طرف جاتے ہیں۔قرآن شریف میں جب معراج شریف کا ذکر ہوا تو اس کی بھی ابتداء یوں ہوئی

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ۔(پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱)

ترجمہ: پاکی ہے اسے، جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی ابتداء (وہ سرور کشور رسالت) وہ سرور جو رسالت کی سلطنت کے بادشاہ ہیں۔وہ بادشاہ جو رسالت کی سلطنت کے سرور ہیں (جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے) جب عرش پر جلوہ گر ہوئے تو عرب کے مہمان یہ سرکار دو عالم کا ایک وصف ہے کہ سرکار دو عالم عرب کے بادشاہ، حاکم، سرکار سب سے افضل ہیں۔

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے تو معراج پر جب رسالت کی سلطنت کے بادشاہ عرش پر تشریف لے گئے تو وہاں پر خوشیوں کے نئے نرالے سامان کئے گئے تھے۔ہمارے یہاں اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے لئے خاص انتظام کیا جاتا ہے، خوشی منائی جاتی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے مہمان کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور یہی عرب کی مہمان نوازی کا سلیقہ ہے، یہ مہمان نوازی نہیں بلکہ کنجوسی ہے کہ اگر کسی کے یہاں مہمان آئے تو منہ بگاڑے اور کسی طرح بھگانے کی کوشش کرے۔اللہ تعالیٰ کریم ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے محبوب ہیں جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بلانے پر عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے تو ان کی مہمان نوازی کے لئے نئے نرالے خوشیوں کے سامان مہیا کئے گئے تھے۔

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

اسی کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ (بہار ہے شادیاں مبارک۔۔۔۔) گر یا گُر (دونوں ملتے ہیں) عنادل کا بولتے تھے۔[عنادیل، عندلیب کی جمع ہے] فرشتے اور آسمان اپنے اپنے طریقے سے، اپنے اپنے راگ میں عندلیب کی طرح گا رہے تھے، کیا گا رہے تھے کہ آج

بہار کا دن ہے سب کو خوشیاں مبارک ہوں اور اس چمن کو آباد ہونا مبارک ہو (بہار ہے شادیاں مبارک۔۔۔۔بولتے تھے)

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

اب آگے بڑھتے ہیں اعلی حضرت رضی اللہ عنہ (وہاں فلک پر) [فلک آسمانوں کو کہتے ہیں] وہاں آسمانوں میں اور یہاں زمیں میں کہ وہاں آسمانوں میں یہ خوشی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور زمین میں سرکار دوعالم کی روانگی کی دھومیں مچی ہوئی تھیں (وہاں فلک پر۔۔۔دھومیں) صنعتوں میں ایک صنعت، صنعتِ تضاد ہوتی ہے۔ تضاد یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی شعر میں ایک چیز کا بیان کیا جائے اور دوسرے ایک لفظ سے اس کی ضد بیان کی جائے۔ فلک اور زمین، فلک کا الٹا زمین ہوتا ہے یہ تضادِ لفظی ہے (وہاں فلک پر۔۔۔۔دھومیں) ہم دیکھیں گے 'رچی تھی' اور 'مچی تھی' یہ صنعت تجنیس ہے، 'اُدھر' اور 'اِدھر' صنعتِ تضاد ہے (وہاں فلک پر) وہاں آسمانوں میں اور یہاں زمیں کے اندر خوشی مچی ہوئی تھی اور دھومیں برپا تھیں آسمان سے انوار ہنستے ہوئے آتے۔ نفحات، [نفحات خوشبو کے بھبکے کو کہتے ہیں]، زمین سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اور آسمانوں سے فرشتے اور انوار اتر رہے تھے اور اس طرح وہاں آسمانوں میں شادی رچی ہوئی تھی اور زمین میں دھومیں مچی ہوئی تھیں۔

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کی یہ روشنی پڑ رہی تھی کہ عرشِ اعظم تک گویا کہ چاندنی چمک رہی تھی، عرشِ اعظم تک اِس کا نور گیا ہوا تھا سرکار دوعالم ابھی اپنے گھر میں ہیں مکہ مکرمہ میں ہیں ابھی سفر پر تشریف نہیں لے گئے۔ اس سے اگلے مصرعے میں اعلی حضرت رضی اللہ عنہ حرم شریف کے اندر سرکار کی روانگی کا منظر بیان کریں گے ابھی سرکارِ دوعالم اپنے گھر

میں ہیں اور سرکارِ دو عالم کے اپنے گھر میں ہونے کے باوجود سرکار کے رخِ انور کی وہ روشنی تھی کہ عرش تک اجالا ہو چکا تھا اور وہ پوری رات اس طرح جگمگا رہی تھی جس طرح کہ اگر روشنیوں کے درمیان بڑے بڑے آئینے لگا دئے جائیں تو روشنیوں کا عکس ان آئینوں کے ذریعہ دس گنا زیادہ پھیلتا ہے اور روشنی بڑھ جاتی ہے اس کا آپ مظہر دیکھ سکتے ہیں کہ لاہور کے شاہی قلعہ میں ایک شیش محل ہے، شیش محل میں دیواروں کے اندر شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگا دئے گئے ہیں اگر ہم وہاں جا کر صرف ایک ماچس کی تیلی کو بھی روشن کرتے ہیں تو پورا کمرہ مکمل روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ اس وقت ایسے لگ رہا تھا کہ جگہ جگہ پر بڑے بڑے آئینے نصب کر دیئے گئے ہیں اور یہ روشنی دس گنا بڑھتی جارہی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کی ابتداء سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر سے ہوئی۔ آپ سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی پھوپھی [۲] ہیں، ابھی بھی مسجد الحرام میں ایم ۷۶ نمبر کا ایک ستون ہے جو سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہا کے مکان کی نشانی کے طور پر ہے اس پر ترکیوں نے ایک الگ قسم کا نقشہ بنایا ہوا ہے۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہا کا مکان مطاف کے قریب ہی ہے۔ مکہ شریف میں سرکارِ دو عالم کو معراج کا واقعہ پیش آیا۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں سرکارِ دو عالم آرام فرما تھے اللہ تعالی نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے آکر (مختلف روایتیں ملتی ہیں) کہ سرکارِ دو عالم آرام فرما تھے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ انہوں نے اپنے کافوری لب سرکارِ دو عالم

---

[۲] ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بی بی ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر آرام فرما تھے۔ مشہور قول یہ ہے کہ بی بی مذکورہ کا نام فاختہ تھا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ آپ کا شوہر جبیرہ فتح مکہ کے دن بھاگ کر نجران کی طرف چلا گیا اور وہیں پر کفر پر مر گیا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی دو رکعتیں (سنت) بعد فرض والی پڑھ کر وہیں پر سو گئے۔ بی بی ام ہانی کے گھر کی چھت چیر کر گھر کے اندر جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام داخل ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ستر ستر ہزار فرشتے تھے۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ وحاشیہ تفسیر روح البیان، پارہ ۱۵)

کے تلوؤں سے لگائے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوگئے۔ پوچھا کہ (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) کیوں آنا ہوا سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ [۳]

اِنَّ رَبَّکَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ

ترجمہ: بے شک آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے لئے دعوت دی سرکارِ دوعالم ان کے ساتھ کعبۃ اللہ میں آئے۔

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نئی دلہن۔۔۔نکھرا) کعبۃ اللہ کو گویا کہ اس طرح سجایا گیا، کعبۃ اللہ نے اپنا سنوار آج رات کی خوشی میں اس طرح کیا جس طرح کہ نئی نویلی دلہن اپنے آپ کو سجاتی ہے [۴]۔ وہ پہلے نکھر، نکھر کے سنورا اور سنور کے پھر نکھرا اور اس نے اپنی زیب وزینت کے لئے جس طرح تل ایک حسین جسم پر بناؤ کا ایک انداز ہوتا ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کو تل سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (حجر کے صدقے۔۔۔تھے) کعبۃ اللہ کی کمر میں جو حجرِ اسود کا کالا پتھر ہے گویا ایک تل کی طرح تھا یہ بھی حسن کا ایک انداز تھا جس طرح کہ دلہن جب سجتی ہے تو وہ نئے کپڑے بھی پہنتی ہے اور اپنے حسن کو بتاتی بھی ہے۔ یہ اعتراض کہ کعبۃ اللہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دولہا،

---

[۳] جبریل علیہ السلام نے یہ بھی عرض کی ''یامحمد ان ربی تعالٰی بعثنی الیک امرنی ان اتیہ بک فی ھذہ اللیلۃ بکرامۃ لم یکرم بھا احد قبلک ولا یکرم بھا احد بعدک''

(تفسیر روح البیان، شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یعنی ''اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آج کی رات آپ کو تعظیم وتکریم سے لے جاؤں، آپ سے پہلے کسی کی ایسی تعظیم نہ ہوئی اور نہ ہوگی''

[۴] زینت کعبہ کو نئی دولہن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۵، صفحہ ۲۸۴)

دلہن کیوں کہا گیا[5] جیسے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اسی معراج میں سرکار کے لئے اگلے مصرعہ میں 'نظر میں دولہا کے پیارے جلوے' تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اسمِ گرامی عروسِ مملکۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کی مملکت کے دولہا، ہماری درود شریف کی کتابوں میں ملتا ہے [6] اور کعبۃ اللہ کے بارے میں حدیث شریف میں الفاظ آتے ہیں کہ کعبۃ اللہ قیامت کے دن ایک

---

[5] قصیدہ معراجیہ میں اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت نے دو جگہ لفظ ''دلہن'' اور چار جگہ لفظ ''دولہا'' کا استعمال فرمایا۔ کعبہ مشرفہ اور حضور رحمت عالم حسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان کا استعمال کیسا ہے؟ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۸۳ تا ۲۹۱ میں مدلل کلام کیا ہے۔ دلائل وبراہین وہاں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

[6] جیسا کہ دلائل الخیرات شریف میں ہے

اللهم صل علی محمد وعلی اله بحر انوارک ومعدن اسرارک ولسان حجتک وعروس مملكة الله۔

اے اللہ (ہمارے آقا) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اوران کی آل پر درود بھیج جو تیرے انوار کے دریا، تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولہا ہیں۔

امام قسطلانی مواہب لدینہ شریف میں نقل فرماتے ہیں

"انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی صورة ذاته المباركة في الملكوت فاذاهو عروس المملكة"

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارکہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنتِ الٰہی کے دولہا ہیں۔ (الموهب اللدنيه ، المقصد الخامس)

[6] امام اجل ابوطالب مکی قوت القلوب اور حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں ''**قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الكعبة تحشر كالعروس المزفوفة (قال الشارح الی بعلها) وكل من حجها يتعلق باستارها يسعون حولها حتی تدخل الجنة فيد خلون معها**''

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الحج، باب فضیلۃ البیت) (قوت القلوب، کتاب الحج، ذکر فضائل البیت الحرام، بحوالہ فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۵، صفحہ ۲۸۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک کعبہ روز قیامت یوں اٹھایا جائے گا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عروس کی شکل میں ہوگا ایک دلہن کی شکل میں ہوگا اور جن لوگوں نے اس کا طواف کیا ہوا ہے وہ سب اس کے ساتھ سمٹ جائیں گے اور کعبۃ اللہ ان سب کو لے کر جنت میں چلے جائے گا تو کعبۃ اللہ کے ساتھ جو دلہن کی تشبیہ ہے وہ احادیث میں وارد ہوئی ہے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دولہا کی تشبیہ اگر حدیث میں وارد نہ بھی ہوتی تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دولہا کسی بھی برات کا مرکز ہوتا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں اس لحاظ سے بھی کہ برات میں سے اگر دولہے کو نکال دیا جائے تو کچھ بھی نہیں بچتا جب کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

"لولاک ماخلقت الافلاک" [۷]

ترجمہ: "اے محبوب اگر میں تم کو پیدا نہ کرتا تو نہ میں آسمانوں کو بناتا نہ زمین کو بناتا"

اگرچہ حدیث شریف میں دولہا کا لفظ وارد نہ ہوتا تو معنوی طور پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی جان بھی ہیں جس طرح برات کی جان دولہا ہوتا ہے اس طرح اس دنیا میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذاتِ بحت کے تھے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (نظر میں دولہا کے پیارے جلوے) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اسی عروس کے لفظ کو کہ قیامت کے دن کعبۃ اللہ ایک دلہن کی طرح نکھارا جائے گا اور جتنے بھی طواف کرنے والے ہیں وہ اس سے متعلق ہو جائیں گے اور کعبۃ اللہ ان کو لے کر جنت

(بقیہ حاشیہ)

جیسے شبِ زفاف دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام (اہل سنت) جنہوں نے حج مقبول کیا اسکے پردوں سے لپٹے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخل جنت ہوں گے۔

[۷] مسند امام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میں چلے جائے گا۔اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اسی عروس (دلہن) کے لفظ کو تشبیہاً اشارہ میں استعمال کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ ایک دلہن کی طرح اپنا سر جھکائے ہوئے اور گویا کہ اس نے سیاہ پردہ منہ پہ ڈالا ہوا ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالی کی ذاتِ احدیّت کی تجلیاں چمک رہی ہیں۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں (نظر سے۔۔۔۔جھکائے) ہم اگر محراب کو دیکھتے ہیں تو محراب گویا اس طرح نظر آتی ہے کہ ایک دلہن نے اپنے سر کو شرم سے جھکایا ہوا ہے (سیاہ پردے۔۔۔۔آنچل) اور کعبۃ اللہ کو جو غلاف ہے کالا وہ گویا سیاہ ایک اوڑھنی ہے جو کعبۃ اللہ نے اپنے منہ پر ڈالا ہوا ہے اور اس کے چہرے پر جو تجلیات ہیں وہ ذاتِ احدیّت کی ہیں۔

خوشی کے بادل امڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے

وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

[طاؤس مور کو کہتے ہیں] اسی حالت میں جب کعبۃ اللہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو خوشی کے بادل اتنے آئے، اتنے آئے کہ ان کے لئے اعلی حضرت رضی اللہ عنہ امڈ کے آئے کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ (پے در پے بادل آنا)۔خوشی کے بادل پے در پے آنے لگے اور جو ملائکہ، انسان اور نوری مخلوقات تھیں ان کے دلوں کو مور سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (دلوں کے طاؤس رنگ لائے) طاؤس بذاتِ خود [مور] ایک پرندہ ہے جس میں بہت خوبصورت رنگ ہوتے ہیں لیکن اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نوری مخلوق کے جو دل تھے ان پر ایک نیا نکھار، نیا رنگ آگیا۔(وہ نغمہ نعت۔۔۔۔) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حمد (تعریف) بیان کی جارہی تھی کہ حرم خود وجد کناں تھا اور کعبۃ اللہ خود جھوم رہا تھا۔

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

جھومنے کا عالم! جن لوگوں نے کعبۃ اللہ کی زیارت کی ہے انہوں نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ اس پر سونے کا ایک میزاب یا پرنالہ بنا ہوا ہے اس پر جب بارش کا پانی پڑتا ہے تو اس کے آخر

میں ایک پتر الگا ہوا ہے اس پترے پر جب پانی پڑتا ہے تو وہ پتر اہلتا ہے اور جو پانی کعبۃ اللہ کی چھت سے گرتا ہے وہ ایک جگہ دھار بن کرنہیں گرتا بلکہ قطرے قطرے ہوکر پورے حطیم میں پھیل جاتا ہے۔ پہلے جب بھی بارش ہوتی تھی لوگ حطیم میں داخل ہو جاتے تھے تو یہ نہیں ہوتا تھا کہ صرف ایک جگہ پر پانی گر رہا ہے اس کے آگے جو پتر الگا ہوا ہے اس کی وجہ سے سب جگہ پورے حطیم میں پانی کے قطرے گرتے تھے بعض دفعہ تو یہ دیکھا گیا کہ پورے کعبۃ اللہ میں بارش ہو رہی ہے، پورے مطاف میں بارش ہو رہی ہے لیکن کعبۃ اللہ پر برف گرتی تھی یا اولے پڑتے تھے اور یہ موتی بن کر حطیم میں گرا کرتے تھے لیکن اب مکہ شریف میں بارش ہوتی ہے تو حطیم سے تمام لوگوں کو نکال دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اسی کو کہتے ہیں (یہ جھوما۔۔جھومر) جس طرح دلہن اپنے بالوں میں جھومر لگایا کرتی ہیں جو ایک قسم کا زیور ہوتا ہے جو ایک زنجیر کے ساتھ بندھا ہوتا ہے اور مانگ کے اوپر رکھا جاتا ہے تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اس سے میزاب رحمت کی تشبیہ دے رہے ہیں کہ یہ جھومر ہے جو کعبۃ اللہ، دلہن کے سر پہ رکھا ہوا تھا اور وجد کی یہ کیفیت تھی کہ یہ جھومر ڈھلک کر کان پر آ گیا تھا اور جب فوار برسی، نور کی بارش ہوئی تو موتی جھڑ کر یا موتی وہاں سے جو برس رہے تھے تو حطیم کی گود میں گر رہے تھے۔ حطیم کو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک دلہن کی گود سے تشبیہ دی ہے، جس طرح دلہن چار زانو بیٹھتی ہے تو اس کے جھومر سے جو بھی چیز گرے گی وہ اس کی اپنی گود میں گرے گی اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اسی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب فوار برسی تو اس جھومر سے پانی کے قطرے موتی بن کر گرے تو وہ حطیم جو کہ دلہن ہے اس کی گود میں گرے۔

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

غزال ہرن کو کہتے ہیں، ہرن کی ایک قسم ہوتی ہے جس میں نافہ نکلتا ہے ۸۔ نافہ ایک قسم کی تھیلی ہوتی ہے یہ خاص قسم کے ہرن ہوتے ہیں ان میں مشکِ نافہ کی تھیلی ہوتی ہے اللہ تعالی کی قدرت یہ ہے کہ اس تھیلی میں خون ہوتا ہے اور یہ خون اس ہرن کی تھیلی میں رہنے کے بعد بہت تیز عطر بن جاتا ہے جس کو مشک یا مشکِ ازفر کہا جاتا ہے بہت قیمتی ہوتا ہے آج سے تقریباً بیس سال پہلے تقریباً ساڑھے سات ہزار ریال کا ایک مشک نافہ ملا کرتا تھا، اور اس کی خاصیت بہت گرم ہے۔ اگر یہ اصلی مل جائے تو آدمی ایک قطرہ بھی کھا نہیں سکتا، اس کی بہت تیز خوشبو ہوتی ہے۔ بعض روایتوں ۹ میں ملتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے تو کچھ

---

۸ مشک پیدا کرنے والی ہرن کو عربی میں ''غزال المسک'' کہتے ہیں اور انگریزی میں Musk Deer کہتے ہیں۔

۹ رأیت فی مختصر الإحیاء، للشیخ شرف الدین بن یونس شارح التنبیہ، فی باب الإخلاص، أن من أخلص للہ تعالی فی العمل، ولم ینوبہ مقابلا، ظہرت آثار برکتہ علیہ، وعلی عقبہ إلی یوم القیامۃ .کما قیل :إنہ لما أہبط آدم علیہ السلام إلی الأرض، جاء تہ وحوش الفلاۃ تسلم علیہ وتزورہ، فکان یدعو لکل جنس بما یلیق بہ .فجاء تہ طائفۃ من الظباء، فدعا لہن ومسح علی ظہورہن، فظہر فیہن نوافج المسک، فلما رأی بواقیہا ذلک، قلن :من أین ہذا لکن؟ فقلن :زرنا صفی اللہ آدم فدعا لنا ومسح علی ظہورنا، فمضی البواقی إلیہ فدعا لہن، ومسح علی ظہورہن، فلم یظہر بہن من ذلک شیء .فقلن: قد فعلنا کما فعلتن فلم نر شیئاً مما حصل لکن، فقیل :أنتن کان عملکن لتنلن کما نال إخوانکن .وأولئک کان عملہن للہ من غیر شیء فظہر ذلک فی نسلہن وعقبہن إلی یوم القیامۃ انتہی.

حضرت علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حیات الحیوان میں تحریر کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو جنگل کے جانور آپ کی خدمت میں سلام وزیارت کے لئے حاضر ہوئے آپ ہر جنس کے لئے دعا فرماتے یہاں تک کہ ایک ہرنوں کا جھنڈ آیا۔ پس آپ علیہ السلام نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی اور ان کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ بھی پھیرا تو ان میں نافہ کستوری پیدا ہوگئی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہرن سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس ان کی دلجوئی کے لئے حاضر ہوئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو اس دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے اُن ہرنوں کی نسلوں میں مشکِ نافہ پیدا کر دیا اور اس کے بعد دوسرے ہرنوں کو پتہ چلا تو وہ بھی گئے، سیدنا آدم علیہ السلام کی خدمت میں لیکن ان میں یہ خوبی پیدا نہ ہوئی تو انہوں نے سوال کیا کہ حضور ہم میں یہ خوبی پیدا کیوں نہ ہوئی تو کہا کہ پہلے ہرن جو گئے تھے وہ خلوص نیت کے ساتھ گئے تھے جبکہ آپ جو آئے ہو وہ نافہ کی لالچ میں آئے ہو۔ خلوص کی اپنی بات ہوتی ہے۔ تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کے کپڑے وہ خوشبو سے مست تھے، نسیم بادِ بہاری ان کپڑوں کو اس کے منہ سے ہٹا کر گستاخی کر رہی تھی اور کعبۃ اللہ کا کالا غلاف جب اڑ رہا تھا اس مشک بو غلاف میں ایسی خوشبو تھی کہ ہرن آکر یہاں سے مشک کی تھیلیاں بھر رہے تھے۔

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئین وہ اونچی چوٹی وہ نازو تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اب کعبۃ اللہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیت المقدس کی طرف روانگی کی منظر کشی کرتے ہیں (پہاڑیوں۔۔۔تزئیں) [تزئیں۔ آرائش] پہاڑ اس

(بقیہ حاشیہ)

ان سے جنگل مہک اُٹھا۔ ایک دوسری جماعت نے ان سے خوشبو کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا جب ہم آپ کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کے ساتھ ساتھ ہماری پیٹھ پر دستِ شفقت پھیرا جس کے باعث ہم اس خصوصیت سے ممتاز ہوئے، یہ سنتے ہی ہرنوں کا دوسرا جھنڈ حاضر ہوا، آپ نے دعا فرمائی اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ مبارک بھی پھیرا مگر خوشبو نمودار نہ ہوئی۔ وہ اپنے ہم جنسوں سے واپسی پر کہنے لگیں ہم نے بھی تمہاری طرح عمل کیا تھا مگر مہک پیدا نہ ہوسکی اس کا کیا سبب ہوا؟ جواباً کہا گیا ہم نے تو آپ کی زیارت محض رضائے الٰہی کے لئے کی تھی اور تمہاری حاضری محض خوشبو حاصل کرنے کے لئے تھی۔ اب وہ خوشبو ان کی قیامت تک آنے والی نسلوں میں باقی ہے۔

(حیاۃ الحیوان الکبریٰ، الجزء الثانی، باب الظاء المعجمۃ)

خوبصورتی کے ساتھ آرائش کیئے ہوئے تھے اور مرصّع تھے (وہ اونچی چوٹی۔۔) کہ ان پہاڑیوں کی چوٹی جو کہ بہت اونچی تھی وہ فخر سے اور ناز سے اپنی ایک بلندی دکھا رہی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر سے گزر رہے ہیں تو اس وقت پہاڑ پر جو سبزہ اُگا ہوا تھا ان میں جب ہوا چل رہی تھی تو ایسے لگ رہا تھا کہ پہاڑوں نے سبز قسم کے کپڑے یا دوپٹے پہنے ہوئے ہیں اور یہ دوپٹے جن میں کہ شبنم کے موتی لگے ہوئے ہیں ایسا لگتا تھا جیسے کہ ہری چادر میں سفید رنگ کے موتی چنے ہوئے ہیں اور یہ چادر ہوا سے ہل رہی ہے۔

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

یہ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں کا بیان کیا اب راستے میں جن نہروں پر، جن دریاؤں پر گزرے، اگر ہم کسی لیس (جھالر) کی دکان پر جائیں تو تین قسم کی چیزیں ہم کو نظر آئیں گی۔ایک وہ لمبی نالیاں جو چمکدار ہوتی ہیں جس کے اندر دھاگہ پرویا جاتا ہے، ایک موتی اور ایک گول قسم کے پھول جس کے اندر ستارے ہوتے ہیں جن کے اندر سوراخ ہوتے ہیں۔عموماً جتنی بھی کڑھائی کے علاوہ جو کام ہوتا ہے اس میں یہ تین چیزیں لگتی ہیں۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (نہا۔۔۔چمکتا) نہر بذاتِ خود پانی پر مشتمل ہوتی ہے۔نہریں نہا کے تازہ پانی سے غسل کر کے تیار ہو گئی تھیں اور انہوں نے اپنا پرانا مٹی والا جو پانی کا لباس تھا اتار کر صاف وشفاف پانی کا لباس پہن لیا تھا اور یہ پانی کیونکہ چلتا تھا تو جب چلتا تھا تو اس میں جو نہریں تھیں وہ ایسے لگتا تھا کہ یہ لچکہ لگا ہوا ہے جس میں گول لمبی قسم کی نالیاں ہوتی ہیں یہ (چھریاں) تھیں اور جو اس کی دھار تھی اس میں جو موجیں تھیں یہ چھریوں کی طرح تھیں اور اس کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دھار لچکہ کی طرح تھے جب یہ موجیں اٹھتی ہیں تو بلبلے نکلتے ہیں جن کو حباب کہتے ہیں یہ حباب ان موتیوں کی طرح تھے جو کسی لباس میں یا دوپٹے میں سئے جاتے ہیں تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (نہا کہ۔۔۔) نہروں نے نہا دھو کر ایک چمکتا ہوا بہتے ہوئے پانی کا لباس پہن لیا اس میں

جو موجیں تھیں وہ چھریوں کی طرح تھیں اس میں آرائش کی ہوئی تھی دھار گویا لچکہ تھا اور جو چمکتے ہوئے بلبلے تھے ایسا لگتا تھا کہ موتی ٹکے ہوئے ہیں۔

پرانا پُر داغ و ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تار نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ستائیسویں (۲۷ویں) شریف کو معراج ہوئی ہے۔ ستائیسویں (۲۷ویں رجب)[1] رات کو چاند نہیں ہوا کرتا جب چاند نہیں ہوتا تو چاندنی بھی نہیں ہوتی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چاند نہیں تھا یہ بات نہیں ہے کیونکہ چاندنی کا جو لباس تھا ملگجا یعنی مٹی والا وہ میلا تھا، پرانا ہو گیا تھا اور سفید چاندنی جب میلی ہو جاتی ہے اور اگر کوئی مہمان آنے والا ہو تو اس کو ہٹا دیا جاتا ہے، چاندنی فرش کے طور پر بچھائی جاتی ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس صنعت کو استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چاندنی یہاں ذومعنی صنعت ہے کہ چاندنی سے مراد سفید کپڑا جو کسی مہمان کے آنے پر بچھایا جاتا ہے، کسی اسٹیج کو سجانے کے لئے، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چاند موجود نہیں تھا اس وقت چاندنی بھی نہیں تھی تو چونکہ چاندنی کا یہ فرش پرانا ہو گیا تھا مٹی والا ہو گیا تھا اس کو ہٹا دیا گیا تھا اور اس کی جگہ نگاہ کے تار، آنکھوں کا جو تار ہے اس کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ آنکھوں نورانی شعاؤں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (ہجومِ۔۔۔۔کوسوں) سینکڑوں میل تک (قدم۔۔۔تھے) بادلہ وہ کپڑا ہوتا ہے جس پر موتی ٹکے ہوئے ہوں تو (ہجومِ۔۔۔قدم) بادلے کا فرش بچھا دیا گیا تھا، اب بادلے سے مراد، بادلوں کا فرش بھی لے سکتے ہیں کہ بادل ہمیشہ اجلا اور سفید رنگ کا ہوا کرتا ہے اور چاندنی کبھی میلی بھی ہو جاتی ہے، اس

[1] اعلم انه قداشتهربديار العرب فيمابين الناس ان معراجه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان لسبع وعشرين من رجب وموسم الرجبية فيه متعارف بينهم

جاننا چاہیے کہ دیارِ عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معراج شریف ۲۷ رجب کو ہوئی اور رجبی کا موسم عرب میں اہلِ عرب کے درمیان مشہور متعارف ہے۔ (ماثبت بالسنۃ، صفحہ 191)

وقت چاندنی نہیں تھی اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اس وقت کا فائدہ اٹھاتے (ہوئے) کہتے ہیں کہ چاندنی کا فرش پرانا اور میلا ہوگیا تھا اس کو ہٹا دیا گیا اور بادلوں کے سفید رنگ کا بالکل دودھ رنگ کا فرش جو کہ محبوبین، معتقدین اور عاشقین کی آنکھوں کے تاروں سے بنا ہوا تھا بچھا دیا گیا۔

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ حسرت کے طور پر کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی سواری جاتی ہے تو پیچھے اس سے غبار اٹھتا ہے اور غبار اس طرح ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ اپنے محبوب کا پیچھا کرنا چاہتا ہے، غبار یہ چاہتا ہے کہ وہ محبوب کے ساتھ چلے لیکن اپنی کمزوری کی وجہ سے تھوڑی دیر محبوب کے پیچھے چل کر پھر زمین پہ بیٹھ جاتا ہے تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (غبار بن کر۔۔۔) ہم غبار بن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہ گزر پر نثار ہو جائیں (کہاں اب۔۔۔) ہمارے نصیب میں یہ کہاں کہ ہم اس رہ گزر کو پاسکیں، کس رہ گزر کو جہاں ہمارے دل بچھے ہوئے تھے، حوروں کی آنکھیں اور فرشتوں کے پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے بچھے ہوئے تھے۔

خدا ہی دے صبر جان پُرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اپنی جان کو صبر کا دلاسہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے جان تجھے اللہ ہی صبر دے تیرا اشتیاق اپنی جگہ ہے لیکن تقدیر اپنی جگہ ہے یہ حسرت اپنے محبوب کے مقام کو بیان کرنے کے لئے شاعر استعمال کرتے ہیں (خدا ہی دے۔۔۔پرغم) یہ اپنے آپ کو ملامت کرنے کے ساتھ اپنے محبوب کے وصف کی خوبی بیان کرتے ہیں (کہ خدا ہی دے۔۔۔۔عالم) کہ تو اس کی استطاعت ہی نہیں رکھتا (جب ان۔۔۔قدسی) جب ملائکہ ان کو جھرمٹ میں لے کر چلے جنت کا دولہا بنانے کے لئے (جب ان۔۔۔قدسی جناں) جنت کا دولہا بنا رہے تھے۔

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح سنوارا جا رہا تھا۔ ہمارے بعض گھرانوں میں اب بھی دلہن کے آنے پر اس کے سر سے بلائیں اتاری جاتی ہیں اور صدقہ دیا جاتا ہے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب آسمانوں میں معراج کے لئے، جب بیت المقدس کی طرف روانہ ہو رہے ہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بذاتِ خود رحمت ہی رحمت ہیں تو ان کا صدقہ اس طرح اتارا گیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کے اوپر سے نور بانٹا گیا اور نور کی اتنی بڑی مقدار بانٹی گئی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس کے لئے باڑا کا لفظ استعمال کرتے ہیں (اتار کر ان کے رخ کا صدقہ۔۔۔) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ مبارک کا صدقہ جب اتارا گیا تو اتنا نور بٹا (کہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا) اتنی بڑی مقدار میں بٹ رہا تھا (کہ چاند سورج۔۔۔۔۔تھے) تو وہاں مانگنے والے کون تھے چاند تھا، سورج تھا [11] ستارے تھے۔ اب چاند کے حصے میں اور سورج کے حصے میں، چاند اور سورج کو ایک ایک پیالوں سے تشبیہ دیتے ہیں کہ گویا یہ گدا ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کے صدقے میں جو نور کا باڑا بٹ رہا ہے اس کی خیرات مانگ رہے ہیں۔

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

اب ستاروں کے ہاتھ میں کیا آیا، ستاروں کے بارے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (وہی تو اب۔۔۔۔۔۔تھے) وہ تو چاند اور سورج تھے انہوں نے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا جو نور کا صدقہ بٹا وہ پایا اب یہ تاروں کو کیا ملا [12]، کہہ

---

[11] ایک اور جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

یہ ان کے جلوے نے کیں گرمیاں شبِ اسریٰ
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

رہے ہیں کہ یہ تارے جواب ہم کو جھل مَل کرتے ہوئے، چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ کٹورے ہیں جو تاروں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غسلِ مبارک کا پانی نکلا تھا اس کو کٹوروں میں تاروں نے بھر لیا تھا اسی لئے اب تک چمک رہا ہے

بچا جو تلووٴں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

اب جنت کو کیا ملا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (بچا جو۔۔دھوون) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا صدقہ، جو اتار ملا وہ تو چاند، سورج نے لے لیا، جو نہانے میں پانی گرا تھا وہ تو تاروں نے بھر لیا اب تلووٴں کے دھونے کا پانی تھا اس سے جنت میں رنگ و روغن کیا گیا، اس سے جنت کی آرائش کی گئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو لباس اقدس پہنے ہوئے تھے اس سے جنت کے باغ کے پھول بنائے گئے۔ جنت کے اندر جو نورانی پھول ہیں وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہنے ہوئے کپڑوں سے بنائے گئے۔ (بچا جوان کے۔۔۔۔تھے)

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

اب سورج جب ایک منزل سے دوسری منزل میں جاتا ہے اس کو علمِ نجوم کی اصطلاح میں تحویل مہر کہتے ہیں۔ تحویلِ مہر کی بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں لیکن ایک ساعت جو تحویلِ مہر کہلاتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی قسمت اب بدلے گی اب موسمِ بہار آئے گا، تمام تکلیفیں دور ہو جائیں گی، تمام نحوستیں ٹل جائیں گی اور اب نور و رحمت کی بارش ہوگی۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

---

۱۲ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ذرے جھڑ کر تیری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

(خبر یہ۔۔۔گی) تم کو خوشخبری مبارک ہو کہ [یہ زمینی جو منزل ہے اسے منزلِ ناسوت کہتے ہیں] [جو آسمانی منزل ہے اسے منزلِ ملکوت کہتے ہیں] اور جو لامکاں کی منزل ہے اسے منزلِ لاہوت کہتے ہیں]۔ یہ عالمِ ناسوت کا سورج جب عالمِ ملکوت میں تشریف لے جائے گا تو یہ تحویلِ مہر کی یہ خبر ہے اور اس کی بشارت یہ ہے کہ (رت۔۔۔۔تن کی) سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نوری لباس پہن لیا (یہاں کا۔۔۔تھے) ہمارے یہاں ادباً دستر خوان کو اٹھانا نہیں کہا جاتا، دستر خوان کو بڑھانا کہا جاتا ہے اسی طرح جوڑے کو اتارنا نہیں کہا جاتا بلکہ جوڑے کو بڑھانا کہا جاتا ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کا جو مادّی جوڑا تھا وہ بڑھا کر اب نورانی پوشاک زیبِ تن کی تھی احادیث میں آتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لئے تشریف لائے تو رضوان اپنے ساتھ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ شریف لے کر آیا جو کئی سال پہلے جنت میں پیدا کیا گیا تھا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص رکھا گیا تھا اس کے ارد گرد چالیس ہزار فرشتے ہر وقت درود اور سلام کے گلدستے پیش کیا کرتے تھے۔ جب رضوان کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا تو اُن فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ ہم تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر دیکھے ان کے عمامے پر کئی سال سے صلوٰۃ وسلام کے گلدستے نچھاور کر رہے ہیں ہمیں بھی یہ شرف بخشا جائے کہ ہم اس عمامے کے ساتھ دنیا میں اُس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دی۔ وہ فرشتے یہ عمامہ شریف لے کر آئے تھے روایتوں میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔[۱۳] اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس قصیدے میں معراج کی تفصیلات کی طرف نہیں گئے ورنہ احادیث میں جو معراج کی تفصیلات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بیان کرتے تو ہوسکتا ہے کہ یہ ہزاروں شعر کی طرف چلے جاتے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے صرف ایک مبارک باد کی ایک نظم لکھی ہے

---

[۱۳] نور کا عمامہ آپ کے سر مبارک پر رکھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ رضوان نے وہ عمامہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے باندھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس کی تعظیم وتکریم کے لئے اس کے گرد کھڑے تھے جو ہر وقت تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اس میں اُس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اُس وقت کیفیت کیا تھی۔

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اب نورانی پوشاک کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں (تجلّیِ حق ۔۔۔ پر) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر اللہ تعالیٰ کی تجلّیِ حق کا سہرا تھا[14] اور دونوں جانب قدسی [فرشتے] پرے جما کر [صفیں لگا کر] کھڑے سلامی دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اب پھر حسرت بیان کرتے ہیں (جو ہم ۔۔ گلشن) اگر ہم اس زمین کی خاک بھی ہوتے (تو لپٹ ۔۔ اترن) تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباسِ مبارک یا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غسلِ مبارک کا جو پانی تھا وہ ہم شاید حاصل کر سکتے (مگر کریں ۔۔۔ لکھے تھے) مگر کریں کیا کہ تقدیر میں ہمیں اس جگہ پر حاضری نہیں لکھی ہوئی تھی چونکہ وہاں حاضری نہیں لکھی ہوئی تھی تو ہم تصوّرات میں

(بقیہ حاشیہ)

ہر تسبیح کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے یہاں تک کہ اس رات جبرائیل علیہ السلام اس عمامہ کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، کہتے ہیں کہ اس عمامہ کے چالیس ہزار نقش ونگار تھے اور ہر نقش پر چار لکیریں تھیں پہلی لکیر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، دوسری پر محمد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تیسری پر محمد خلیل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور چوتھی پر محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے نور کی ایک چادر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنائی۔ (معارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 401)

[14] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

کیا بنا نامِ خدا اسراء کا دولہا نور کا
سر پر سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

اس جگہ کی حاضری کا تصوّر کر لیتے ہیں۔

ابھی نہ آتے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

[زین گھوڑے کی پشت پر بیٹھنے کے لئے جو سیٹ کسی جاتی ہے اسے کہتے ہیں] تو براق پر ابھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوار بھی نہیں ہوئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی مغفرت کی بشارتیں سنا دی گئیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب جبرئیلِ امین (علیہ السلام) نے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یہ براق ہے اس پر آپ سوار ہوں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توقف فرمایا۔ کہا میرے واسطے تو یہ ہے میری امت کے لئے کیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کو پیغام آیا کہ آپ یہ خوشخبری سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کی مغفرت فرما دے گا اور ان کا حساب آپ کو سونپ دے گا۔ سلامی کی توپیں۔ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابھی پشتِ زین تک نہیں پہنچے ہیں ابھی براق پر بیٹھے بھی نہیں ہیں کہ مغفرت کی بشارت کی توپیں چلا دی گئیں (صدا شفاعت..... مبارک) شفاعت کا جب مقام دیا گیا تو شفاعت نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک باد دی کہ آپ نے اپنی امت کو بخشوا لیا تو اس شفاعت کی، اس تہنیت یا اس مبارک بادی سے گنہگار تو گنہگار جو گناہ تھے وہ بھی مستانہ وار جھومنے لگے۔ گناہ اس لئے بھی جھومتے تھے کہ خدا تیرا شکر ہے کہ ہماری مغفرت کر دی گئی ورنہ ہماری پاداش میں، ہماری وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اگر عذاب ہوتا اور مغفرت نہ ہوتی تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو رنج پہنچتا لیکن چونکہ اب مغفرت کی بشارت سنا دی گئی یہ گناہ اب امتیوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں اس لئے گناہ بھی مستانہ وار جھوم رہے تھے۔

عجب نہ تھا رُخش کا چمکنا غزال دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

مختلف کتابوں میں مختلف تاویلیں کی گئی ہیں [رُخش سے کسی نے رُخش مرادلیا ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک] اور رُخش سے مراد وہ گھوڑے جیسا جانور یا براق ہے [سواری کے جانور کو بھی رخش کہتے ہیں] عجب نہ تھا اس براق کا چمکنا یا بِدکنا (غزال۔۔۔) کہ وہ اس طرح بھڑک رہا تھا کہ اس طرح پریشان ہو رہا تھا، اس طرح بِدک رہا تھا گویا کہ وہ گھبرا گیا ہے۔ اب اعلیٰ حضرت بتاتے ہیں کہ اس براق کا یہ بِدکنا، بھڑکنا ۱۵؎ یہ وجہ نہیں تھی کیونکہ نور کی بہت تیز شعائیں آرہی تھیں جو اس کی آنکھ پر پڑ رہی تھیں اور آنکھ پر نورانی بجلیاں گِر رہی تھیں۔ وہاں اتنی نورانیت تھی کہ اس کی آنکھوں پر [جانور جب کوئی تیز چمک دیکھتا ہے تو بدک جاتا ہے] یہ براق تو خود نورانی جانور تھا لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۵؎ براق کے بدکنے اور شوخی کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے تفصیلی کلام فرمایا، فرماتے ہیں ”فاضل عبدالقادر قادری بن شیخ محی الدین اربلی، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں کہ جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب حرز العاشقین میں فرماتے ہیں :ان لیلۃ المعراج جاء جبرئیل علیہ السلام ببراق الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسرع من البرق الخاطف الظاہر،ونعل رجلہ کالھلال الباھر،ومسمارہ کالانجم الظواھر،ولم یأخذ ہ السکون والتمکین لیرکب علیہ النبی الامین، فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، لم لم تسکن یابراق حتی ارکب علٰی ظھرک ، فقال روحی فداءٌ لتراب نعلک یارسول اللہ اتمنی ان تعاھدنی ان لاترکب یوم القیٰمۃ علٰی غیر حین دخولک الجنۃ،فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون لک ماتمنیت ، فقال البراق التمس ان تضرب یدک المبارکۃ علٰی رقبتی لیکون علامۃ لی یوم القیٰمۃ ، فضرب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علٰی رقبۃ البراق، ففرح البراق فرحا حتی لم یسع جسدہ روحہ ونمٰی اربعین ذراعامن فرحہ“ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رخِ انور پر وہ نور کی تجلیاں تھیں اور اللہ تعالیٰ کا وہ نور برس رہا تھا کہ وہ نورانی جانور بھی بدک گیا اور پھڑک رہا تھا اور چمک رہا تھا (عجب۔۔۔۔غزال) [ہرن] (دم خوردہ) گھبرائے ہوئے ہرن کی طرح (بھڑکنا) (شعائیں بُکے اُڑا رہی تھیں) بکے کہتے ہیں بڑے بڑے جیسے بادل بھر کر آتے ہیں یا جیسے آپنے دیکھا ہوگا کہ جب دھواں نکلتا ہے تو ایک ساتھ نکلتا ہے پھر رک جاتا ہے پھر دھواں دوبارہ طاقت کے ساتھ آتا ہے تو اس کو بُکے اڑانا کہتے ہیں (شعائیں۔۔۔صاعقے) [صاعقے یعنی بجلیاں] آنکھوں پر بجلیاں چمک رہی تھیں۔

ہجوم امید ہی گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوگئے (ہجومِ۔۔۔۔) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کو امتیوں کی اور تمام مخلوقات کی امیدوں نے گھیر لیا تھا، اب جب کوئی شاہی سواری آتی ہے تو اس میں لوگوں کو ہٹانے کے لئے دو قسم کے کام کئے جاتے ہیں یا تو لوگوں کو دھکا دے کر دھتکار کر ہٹایا جائے یا لوگوں کو جو مانگ رہے ہیں ان کو انکی من کی

(بقیہ حاشیہ)

یعنی شب معراج جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدمت اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں براق حاضر لائے کہ چمکتی اُچک لے جانیوالی بجلی سے زیادہ شتاب رو تھا، اور اس کے پاؤں کا نعل آنکھوں میں چکا چوند ڈالنے والا ہلال اور اس کی کیلیں جیسے روشن تارے۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسے قرار و سکون نہ ہوا، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے سبب پوچھا : بولا : میری جان حضور کی خاکِ نعل پر قربان، میری آرزو یہ ہے کہ حضور مجھ سے وعدہ فرمالیں کہ روز قیامت مجھی پر سوار ہوکر جنت میں تشریف لے جائیں۔ حضور معلّٰی صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا : ایسا ہی ہوگا۔ براق نے عرض کی : میں چاہتا ہوں حضور میری گردن پر دست مبارک لگادیں کہ وہ روز قیامت میرے لیے علامت ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ دست اقدس لگتے ہی براق کو وہ فرحت و شادمانی ہوئی کہ روح اس مقدار جسم میں نہ سمائی اور طرب سے پھول کر چالیس ہاتھ اونچا ہوگیا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۸، صفحہ ۴۰۶۔۴۰۷)

مرادیں دے دی جائیں تو لوگ چلے جاتے ہیں تو چونکہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریم ہیں اور کریم (عزوجل) کی دعوت پر جا رہے ہیں اور جو امید کا ہجوم ہو گیا ہے تو فرشتے کہہ رہے ہیں (ملائکہ۔۔۔تھے) کہ ملائکہ میں یہ شور مچا ہوا تھا کہ یہ جو امیدوار آئے ہیں، یہ جو امیدیں آئی ہیں ان کو انکی امیدیں دو، ان کی دلی مراد دو اور ان کو روانہ کرو (ہجومِ۔۔۔ہٹاؤ) دھکا دے کر نہیں بلکہ ان کو انکی مرادیں دو تا کہ یہ روانہ ہو جائیں (ادب کی باگ) [باگ لگام کو کہتے ہیں] فرشتوں میں یہ آواز تھی کہ ادب سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی براق کی باگ کو لو اور آگے بڑھاؤ اور جو یہ ہجومِ امید ہے ان کو انکی مرادیں دے کر ان کو روانہ کرو۔

اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لے جا رہے ہیں تو اتنا نور برسا کہ گویا نور کی برسات سے ایسے لگ رہا تھا کہ جنگل اس نور سے ابل رہے ہیں (اٹھی جو۔۔۔تھے) نور کی کثرت کا بیان ہے اب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ملامت کر رہے ہیں کہ چاند تو کہاں چلا گیا تھا تیرے میں عقل نہیں ہے تیرے دماغ نے کام نہیں کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب وہاں تشریف لے جا رہے تھے تیرے میں اتنی عقل بھی نہیں ہوئی کہ تو تھوری سی ان کے راہ گزر کی خاک لے لیتا تو تیرے منہ پر یہ چھائیاں جو آئی ہوئی ہیں، یہ نشان آئے ہوئے ہیں۔ اگر تو یہ ملتا تو تیرے چہرے سے یہ چھائیاں دور ہو جاتیں۔

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گذر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھنا مٹے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن مہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

[براق خچر سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا جانور تھا] کچھ روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے پر تھے[16] کسی میں آتا ہے دو پر تھے کسی میں ہزاروں کی تعداد میں پر آئے ہیں۔ واللہ اعلم، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاص سواری تھی سیدنا جبرئیلِ امین (علیہ السلام) کو جب حکم ہوا کہ جنت میں جاؤ اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے براق لے کر جاؤ (جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم براق پر تشریف لے جا رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میری امت کے لئے کیا ہوگا تو سیدنا جبرئیلِ امین (علیہ السلام) نے امت کی مغفرت کی بشارت دی اور یہ بھی بشارت دی کہ جب آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے امتی پل صراط سے گزریں گے تو ان کے لئے ہم ایسا براق لائیں گے کہ جو پلک جھپکنے میں ان کو پل صراط سے پار کرادے گا۔

تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (براق کے نقشِ سم ۔۔صدقے) [سم، گھوڑے کے پاؤں میں جہاں پر نعل لگائی جاتی ہے اس کو سم کہتے ہیں] (براق ۔۔۔صدقے) اس کا جو نشان بنتا تھا (وہ گل کھلائے) وہ پھول کھلائے کہ سارے راستے تمام گلبن مہک گئے، تمام گلشن لہک رہے تھے اور یہ ہرے بھرے پھول اور باغات لہلہا رہے تھے۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

---

[16] میں نے ایک سواری گدھے سے بڑی خچر سے چھوٹی کھڑی دیکھی جس کا چہرہ آدمی کا سا تھا، کان گوش فیل کی مانند، اس کے پاؤں گھوڑے کے پاؤں جیسے، گردن شیر جیسی، سینہ خچر جیسا، جس کی دُم اونٹ کے دم کے مشابہ تھی، ٹانگیں گائے جیسی اور سُم گائے کے سُموں کی طرح تھے۔ اس کی ران پر دو پَر تھے جن سے اس کی پنڈلیاں ڈھکی ہوئی تھیں، جب وہ اُن پَروں کو کھولتا مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتا، جب اکٹھے کرتا تو اس کے پہلو میں برابر آجاتے۔ سینہ سُرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پیٹھ سے سفید بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دم مرجان، سر اور اس کی گردن سُرخ یاقوت سے پیدا کی گئی تھی، بہشتی زین اُس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سُرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے، اس کی پیشانی پر ''لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ (معارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 403)

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سواری مسجدِ اقصی میں پہنچی۔ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں (نمازِ۔۔۔سِر) کل صبح کسی کو موقع ملتا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہیں سیدنا ابرہیم علیہ السلام سے کیسے افضل ہیں، تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ اس راز کو بیان کرنا تھا کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ اقصی میں تشریف لے گئے تو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء کرام (علیہم السلام) دنیا میں تشریف لا چکے تھے وہ سب موجود تھے اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی امامت فرمائی [۱۷]، یہ

---

[۱۷] قال جبرئیل صلی خلفک کل نبی بعثه الله عزوجل۔ (تفسیر ابن کثیر)
یعنی جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ کے ہر مبعوث نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔
''پھر'' میرا ہاتھ جبرائیل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے مصلیٰ پر کھڑا کردیا، میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، میں نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا جتنے نبی بھیجے گئے ہیں سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (تنویر السراج فی لیلۃ المعراج، مؤلفہ اشرف علی تھانوی)

[۱۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

الحمد لله الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکاعظیما وجعلنی امة قانتایؤتم بی وانقذنی من النار وجعلها بردا وسلاماً

حمد اس خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور عظیم ملک بخشا اور مجھے امام اور فرمانبردار کیا اور تنہا مجھے امت کہا اور لوگوں کا مقتداء بنایا اور آتشِ نمرود سے نجات دی، اسے میرے لئے ٹھنڈا اور سلامتی بنایا

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

الحمدلله الذی کلمنی تکلیما واصطفانی وانزل علی التوراة وجعل اهلاک فرعون ونجاة بنی اسرائیل علی یدی وجعل من امتی قوماً یهدون بالحق وبه یعدلون

حمد اس خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے اپنا کلیم بنایا اور مجھے منتخب کیا۔ مجھے توریت عطا فرمائی، میرے ذریعے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو نجات دی،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ)

مجھے ایسی امت دی جن کی تعریف میں فرمایا ''یھدون بالحق وبه یعدلون''

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا

الحمدللّٰہ الذی جعل لی ملکا عظیما وعلمنی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الجبال یسبحن معی والطیر وآتانی الحکمة وفصل الخطاب

حمد اس خدا کے لئے جس نے مجھ زبور کی تعلیم بخشی اور بڑی بادشاہت عطا فرمائی اور خوش الحانی عطا فرمائی، سخت لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کر دیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لئے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ تسبیح کرتے اور مجھے حکمت اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

الحمدللہ الذی سخر لی الریاح وسخر لی الشیاطین یعملون ماشئت من محاریب وتماثیل وعلمنی منطق الطیر وآتانی ملکا لا ینبغی لأحد من بعدی وجعل ملکی ملکا طیبا لیس فیه حساب

حمد اس خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہواؤں کو میرے لئے مسخر کر دیا اور جنوں کے لشکر کو میرے زیر فرمان کیا ، جو کچھ میں اُن سے چاہتا کرواتا، محاریب وتماثیل، پرندوں کی زبان مجھے سکھائی اور مجھے بہت بڑی سلطنت جس کی تعریف ان الفاظ میں کی ''لاینبغی لاحدمن بعدی'' (اور جو میرے بعد کسی کے لئے نہیں) عطا کی اور ملک و مال کو اس حد تک پاکیزہ کیا جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

الحمد لله الذی جعلنی کلمته وجعلنی مثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون وعلمنی الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل وجعلنی أ خلق من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن الله تعالیٰ وجعلنی ابرئ الأکمة والأبرص وأحیی الموتی باذن الله تعالیٰ ورفعنی وطهرنی أعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیناسبیل۔

حمد اس خدا تعالیٰ کے لئے ہے کہ مجھے اپنا کلمہ بنایا، مجھے آدم علیہ السلام کی مانند کُن فرما کر پیدا فرمایا، مجھے شکم مادر میں اپنی کتاب کی تعلیم دی،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امامت افضیلت کی دلیل ہے اس کے بعد تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے خطبے دیئے ان خطبوں کا بیان احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے ۱۸؎ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب خطبہ دیا اور اپنے فضائل بیان کئے ۱۹؎۔ [تحدیثِ نعمت کے طور پر] تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے متفقہ طور

(بقیہ حاشیہ)

حکمت کا وہ خزانہ جو توریت اور انجیل کے اسرار و رموز جو پردۂ اخفا میں چھپے ہوئے تھے مجھے بخشے، مٹی سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا تو وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے زندہ کر دیتا، کوڑھیوں، بہروں اور مادرزاد اندھوں کو میرے سپرد کیا، مجھے زندہ آسمان پر اُٹھایا اور تمام آلائشوں سے پاک وصاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی بھی حیثیت سے وہ ہم پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ (شرح الشفاء، للقاضی عیاض)

۱۸؎ الحمد للّٰہ الذی أرسلنی رحمة للعالمین و کافة للناس بشیرا و نذیرا، وأنزل علی الفرقان فیه تبیان کل شیٔ، وجعل أمتی خیر أمة أخرجت للناس، وجعل أمتی وسطا، وجعل أمتی هم الاولون وهم الآخرون، وشرح لی صدری، ووضع عنی وزری، ورفع لی ذکری، وجعلنی فاتحا وخاتما۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد۳، صفحہ۱۲۱)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور مجھ پر فرقان نازل کیا۔ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا اور اسے لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا اور میری امت کو وسط بنایا۔ میری امت ہی اول وآخر ہے، مجھے شرح صدر کی نعمت سے نوازا، میرا بوجھ مجھ سے اُٹھا لیا، میرے ذکر کو میرے لئے بلند فرمایا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

۱۹؎ تمام حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام .... آپ کو بہت بڑے مراتب سے فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا ''الحمد للّٰہ الذی جعلک خاتم الانبیاء فنعم النبی انت ونعم الاخ انت وامتک خیر الامم '' جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا، آپ بہتر پیغمبر اور اچھے ساتھی اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بائیں جانب حضرت اسحاق علیہ السلام کھڑے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے انبیاء ورسل علیہم السلام نے سات صفیں بنائیں۔

(تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان)

پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا اقرار کیا۔[۲۰] اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (نمازِ۔۔۔ سِر)[سر یعنی راز] (عیاں ہوں)[ظاہر ہوں] (معنی اول آخر) کہ اول و آخر کے معنی ظاہر ہو جائیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خِلقت میں سب سے پہلے ہیں اور بعثت میں سب سے آخری ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کا اعلان سب سے آخر میں ہوا اور خِلقت میں سب سے پہلے ہیں اور سب سے افضل ہیں اس کی دلیل یہ تھی کہ (دست بستہ۔۔۔ حاضر) ہاتھ باندھے ہوئے پیچھے حاضر ہیں (جو سلطنت۔۔۔ تھے)[دست بستہ کہتے ہیں ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا] اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے نماز کی مناسبت سے یہ محاورہ استعمال کیا ہے کہ نماز میں آدمی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے (کہ دست۔۔۔ حاضر) تمام انبیائے کرام جو آگے سلطنتِ نبوّت کے جو بادشاہ تھے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی امامت فرما رہے ہیں[۲۰] سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء ہیں اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے افضل ہیں نمازِ اقصیٰ میں یہی راز تھا کہ اول و آخر کے معنی ظاہر ہو جائیں (کہ دست۔۔۔۔۔ تھے)

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے
نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ (یہ ان۔۔۔ تھا جا رہا تھا) (نجوم و افلاک)[نجوم۔ تارے، افلاک۔ آسمان] (جام۔۔۔ تھے) جب

---

[۲۰] امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کو اپنے قصیدہ بردہ شریف میں یوں ذکر کرتے ہیں

وَقَدَّ مَتکَ جَمِیعُ الْاَنْبِیَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِیمَ مَخْدُومٍ عَلٰی خَدَمٍ

''آپ کو تمام انبیاء و رسل نے امامت کے لئے آگے بڑھایا اس طرح سے جیسے مخدوم کو خادمین پر آگے کیا جاتا ہے''

گھر میں مہمان آتا ہے تو گھر والے، گھر کے برتن دھوتے ہیں، ان کو دھو کر، ان کو سکھا کر، ان کو چمکا کر رکھتے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب معراج پر تشریف لے جا رہے تھے تو جب آسمانوں سے گزرے تو آسمان اپنے تاروں کو اور اپنے چاند کو (اور) اپنے سورج کو چمکا کر اجلا کر کے تیاری کر رہا تھا (یہ ان کی آمد۔۔۔ تھے) (نقاب الٹے۔۔ انور) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہِ اقدس پر روایتوں میں آتا ہے کہ ستّر ہزار نقاب ہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر ایک نقاب کو ہٹا دیں تو یہ کائنات سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلووں کے جلال کو برداشت نہ کر سکے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرماتے ہیں کہ ''میری حقیقت کوئی نہیں جانتا سوائے میرے رب کے'' [۲۱] تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ نورانی وہ ہے کہ جب یہ جلال پر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے منہ (چہرہ) سے (نقاب الٹے وہ مہر انور) مہر سورج کو کہتے ہیں جب وہ منوّر سورج اپنے نقاب کو الٹ کر چونکہ اب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانی مخلوق میں جا رہے ہیں نورانی لباس پہنے ہوئے ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار کا جو جلال تھا وہ ایسا تھا کہ (فلک کو۔۔ تھی) آسمانوں کو بخار آ گیا تھا اور بخار کی وہ ہیبت تھی کہ گویا کہ تاروں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ آسمانوں میں آبلے پڑ گئے ہیں جس طرح کہ بخار میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلال کا بیان کر رہے ہیں (نقاب الٹے۔۔۔ تپ چڑھی تھی) [تپ چڑھنا یعنی بخار آنا] (۔۔۔ آبلے تھے) [آبلے کہتے ہیں وہ دانے کہ جس میں پانی بھرا ہوتا ہے] وہ ٹپک رہے تھے۔

یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا

---

[۲۱] اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں تو کون تماشائی ہو

(ذوقِ نعت)

صفائے راہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

موتی کیا ہوتا ہے، نیسان کی بارش کا پہلا قطرہ جب سیپ میں پڑتا ہے تو یہ موتی بنتا ہے۔موتی بذاتِ خود پہلی بارش کا پہلا قطرہ ہوتا ہے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور (کی کثرت) کا یہ اثر تھا کہ موتیوں (کی) جو چمک تھی وہ کمر تک آ گئی تھی (صفائے۔۔تھے) اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہِ مبارک اتنی چکنی اور اتنی صاف و شفاف تھی کہ جب ستارے اس پر پاؤں رکھتے تھے تو پھسل کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں گر جاتے تھے (صفائے۔۔۔۔تھے)

بڑھا یہ لہرا کے بحر وحدت کہ دھل گیا نام ریگ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

[ریگ کہتے ہیں ریتی کو] بحرِ وحدت میں ایک ایسی موج اٹھی۔اللہ تعالیٰ (جل جلالہ) واحد ہے اور وہاں دوئی کا کوئی تصور نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ (عز و جلّ) نے اپنے دیدار کے لئے بلایا تو بحرِ وحدت کی تجلیاں بڑھ کر آئیں اور ایسی تجلیات آئیں کہ کثرت کی ریگ ساری دھل گئی۔جس طرح کہ جب پانی کی موج آتی ہے تو ساری ریت چلی جاتی ہے اس طرح کثرت کی ساری ریت، کثرت کی ساری آلائشیں ختم ہو گئیں اور اس وقت آسمان کے ٹیلوں کا کیا کہنا اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔یہ عرش و کرسی بھی اس بحرِ وحدت کی تجلیات کے مقابلے میں جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا نور آیا اس کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی بلکہ عرش و کرسی بھی بحرِ وحدت کے نور کے سامنے دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا سایہ اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخ کے وہ رنگین جلوے تھے کہ تارے کبھی تو چمکتے تھے اور کبھی ان کی چمک ماند پڑ جاتی تھی

(زربفت اوراودی اطلس)[یہ دوقیمتی کپڑے ہیں۔ یہ سرخ رنگ کے ہوتے ہیں جس میں چاندی کے تار بنے ہوئے ہوتے ہیں] چاندی کے تار کا بنا ہوا کپڑا جب آپ ہلائیں گے زربفت کا تو اس میں جب چاندی کا تار چمکے گا تو آپ کی آنکھ پر شعاع آئیگی، تو یہ تارے چمک بھی رہے تھے اور بند بھی ہو جاتے تھے تو گویا دھوپ چھاؤں بھی ایک کپڑا ہے اس میں بھی چاندی کے تار ہوتے ہیں تو کبھی تو وہ روشن کسی زاوئے سے آپ کو روشنی نظر آتی ہے کسی زاوئے سے سیاہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (وہ ظلِّ رحمت۔۔پاتے) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی تجلی میں یہ تارے چمکنا چاہتے تھے لیکن ان کی چمک بار بار ماند پڑ جاتی تھی گویا کہ یہ سنہری زربفت ہے یا اودی اطلس ہے یا سب راستے میں تھان بچھے ہوئے ہیں دھوپ چھاؤں کپڑے کے۔

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

(چلا وہ سر۔۔خراماں) چمن میں سرو ہی ایک پودا ہوتا ہے جس سے محبوب کی قد و قامت کو تشبیہ دیتے ہیں شاعر اپنے محبوب کے قد و قامت کو، اس کے چلنے کو تشبیہ دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا اس حسین سروِ سہی کے قد و قامت کی طرح چلنا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو ایسا نہیں ہوا کہ سدرہ پہ رکے ہوں۔[سدرہ ایک مقام ہے عرشِ اعظم کے بعد، یہاں نوری مخلوق کی انتہاء ہے۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام کا آخری مقام ہے] یہاں پر آکر سیدنا جبرئیل علیہ السلام بھی رک گئے، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لامکاں تشریف لے گئے تو یہ سروِ چماں، یہ چمن کا سرو جب چلا[سدرہ بذاتِ خود ایک بیری کا درخت ہے] اسی مناسبت سے اعلیٰ حضرت نے سروِ چماں کا لفظ استعمال کیا ہے، کہ جب یہ سروِ چماں چلا، یہ چمن کا سرو جب چلا تو سدرہ جو بیری کا درخت ہوتا ہے اس میں ہلکے سے کانٹے ہوتے ہیں جو دامن کو روک لیتے ہیں تو سدرہ نے روکنے کی کوشش

کی لیکن نہیں روک سکا۔(چلا وہ سروِ۔۔۔خراما) وہ خراماں خراماں اس طرح چلا (نہ رک سکا۔۔۔داماں) کہ اس مقامِ سدرہ پہ بھی رکا نہیں (پلک۔۔۔۔کے) تمام ملائکہ اور نوری مخلوق کی انتہاء تھی ان کی پلکیں جھپکتی رہیں اور سرکا دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برق کی طرح (سب این و آں) سب یہ اور وہ، ادھر اُدھر سب سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گزر چکے، مقامِ ملکوت سے آگے مقامِ جبروت پر تشریف لے گئے (چلا وہ۔۔۔تھے) دنیا میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لے گئے تو براق کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ براق کا ایک قدم وہاں تک جاتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے[۲۲] [ایک سیکنڈ میں 186000 میل] جبکہ دوسری روایتوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین جگہ رکے۔ پہلے مدینہ منورہ، سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یہاں دو رکعت نفل ادا فرمالیں کہ یہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجرت کی جگہ ہے، پھر اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیت اللحم میں [جہاں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہے] وہاں پر دو رکعت نفل ادا کیے اور تیسری سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبرِ انور سے گزرے، تین جگہوں پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکے بھی اور نوافل بھی ادا کیے۔ یہ مقام

[۲۲] اخرج عبدبن حمید عن سلمته بن دهرام اذیغشی السدرة مایغشی قال استاء ذنت الملائکة الرب تبارک وتعالیٰ ان ینظروا الی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آله وسلم فاذن لهم فخشیت الملئکة السدرة لینظروا الی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آله وسلم

عبد بن حمید سلمہ بن دہرام سے "اذیغشی السدرة مایغشی" کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی تو وہ سب سدرہ پر آ بیٹھے اور جمالِ محمدی دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانک لیا۔

(تفسیر در منثور، جلد ۶ صفحہ ۱۲۶، روح المعانی، پارہ ۲۷، صفحہ ۴۴)

اس کا نام "سدرۃ المنتہیٰ" کیوں ہے، اس کی وجہ امام نووی نے یہ بتائی ہے کہ ملائکہ کا علم اس سدرہ تک اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے آگے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی نہ جاسکا اس لئے اسے "سدرۃ المنتہیٰ" کہا جاتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم)

کیونکہ متبرک مقام ہیں ، ہمارے لئے تو یہ دلیل ہے کہ تبرکات کی جگہوں پر نفل پڑھنا بھی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔تو اب یہ کہ اتنی تیز سواری یہ اس کی رفتار ہے ضروری نہیں کہ وہ اتنی تیز چلے، یہ اس کی رفتار کا اندازہ ہے ورنہ اس کے لئے ایک قدم کا بھی فاصلہ نہیں تھا (براق کے لئے) مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کم وبیش ساڑھے تین ہزار کلومیٹر ہے جبکہ اس کا ایک قدم تاحدِ نظر تھا یعنی 186000 میل فی سیکنڈ تک اس کا ایک قدم تھا۔ یہ اس کی رفتار تھی ۲۳؎، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی براق پر تشریف لے گئے۔ ۲۴؎

جھلک سے اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو

۲۳؎ مسلم شریف میں حدیث پاک میں براق کا یوں ذکر ہے

یَقَعُ خَطْوُہُ عِنْدَ أَقْصٰی طَرْفِہِ

یعنی جہاں اس کی نظر کی انتہا پہنچتی وہاں اس کا ایک قدم پڑتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم .....)

۲۴؎ **قال فسرت فقال: انزل فصل ففعلت فقال: أتدری أین صلیت؟ صلیت بطیبة والیها المهاجر، ثم قال: انزل فصل فصلیت، فقال: أتدری أین صلیت؟ صلیت بطور سیناء حیث کلم اللہ عز وجل موسی علیه السلام، ثم قال: انزل فصل فنزلت فصلیت: فقال: أتدری أین صلیت؟ صلیت ببیت لحم حیث ولد عیسی علیه السلام.**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر معراج شریف کا بیان کرتے ہوئے) فرمایا'' ... پھر میں آگے چلا تو جبرئیل نے عرض کی آپ یہاں اتر جائیے۔ پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے طیبہ میں نماز ادا فرمائی ہے اور (ایک دن) اِسی مقام کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرمائیں گے۔ پھر (ایک دوسرے مقام پر) جبریل نے عرض کی: یہاں اتر جائیے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے ۲۵؎

(جھلک۔۔۔آئی) فرشتوں نے دیکھا تو صحیح لیکن کیسے دیکھا، ان پر ایک جھلک سی آئی (ہوا بھی۔۔۔پائی) پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دامن کی جو ہوا تھی وہ بھی دوبارہ نہیں ملی (سواری۔۔۔تھے) برات میں جو براتی تھے وہ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور میں ایسے مست ہوئے کہ ان کو پتہ ہی نہیں چلا، ایک جھلک آئی، اس کی جھلک میں یہ مستانے ہوگئے بیگانے ہوگئے، ایک جھلک دیکھی اس کے بعد دولہا کے دامن کی ہوا بھی نہیں پائی اب جو ساتھ چل رہے تھے (روح الامین) اب ان کا کیا حال ہوا (تھکے تھے۔۔۔بازو) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کے سامنے سیدنا روح الامین کے بازو، اس رفتار کا مقابلہ نہ کرسکے۔ (چھوٹا وہ دامن) ان کے ہاتھ سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوٹ گیا (کہاں وہ پہلو) کہاں وہ ساتھ چلنا (رکاب چھوٹی) رکاب بھی چھوٹ گئی (امید

(بقیہ حاشیہ)

پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے طور سینا کے مقام پر نماز ادا فرمائی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ سلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر (ایک تیسرے مقام پر) جبرئیل نے عرض کی: یہاں اتر جایئے۔ پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا کی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے ''بیت لحم'' کے مقام پر نماز ادا فرمائی ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی جائے پیدائش ہے''

(سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب فرض الصلوٰۃ ....، رقم الحدیث448، تفسیر در منثور، تحت سورہ اسراء ،شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، المجلد الثامن، المقصد الخامس)

۲۵؎ اس کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں

کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

ٹوٹی) ہم ان صنعتوں کی طرف نہیں گئے ورنہ چھوٹی،ٹوٹی، رکاب،امید، تھکے تھے، چھوٹا تھا، کہاں ۔ یہ سب الفاظ میں اگر ہم جائیں گے تو ایک ایک شعر میں ۲۲۔۲۲۔۲۳۔۲۳ صنعتیں ہیں یہ فصاحت و بلاغت میں پڑھائی جاتی ہیں۔ بلاغت کی ۲۴۴ صنعتیں ہیں اور شاعر تکلفا صنعتوں کا استعمال کرتے ہیں تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے صرف ظہر کی محفل کے بعد، عصر سے پہلے، تقریباً آدھا گھنٹہ اس میں سے اعلیٰ حضرت آرام بھی فرماتے تھے گھر والوں کو بھی وقت دیتے تھے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اذان اور جماعت کے درمیان اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان یہ ۶۷ شعر لکھے ہیں۔تو یہ تکلفاً نہیں ہے۔ایک ہوتی ہے آمد، ایک ہوتی ہے آورد [آورد یہ کہ آدمی سوچ سوچ کے وزن قافیہ ملاتا ہے اور شعر لکھتا ہے]، ایک ہوتا ہے کہ شاعر کے اپنے جذبات اس کو خود بخود لکھنے پر آمادہ کر دیتے ہیں خود بخود لفظ آجاتے ہیں اور خود بخود اس کے منہ سے شعر نکلنے لگتے ہیں۔

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبو کا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

(روش کی۔۔سوچا) اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کی تیزی کو اور اس کی نورانیت کو جس نے سوچا تو اس کے دماغ میں بھبھولے یعنی ایک شعلہ پھوٹ گیا (خرد کے۔۔ چمکا) جو عقل سے سوچنا چاہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں تشریف لے گئے کس طرح تشریف لے گئے وہ تو لامکاں ہے وہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس طرف گئے تو کہتے ہیں کہ جو اس طرح سوچنے کی کوشش کرے گا اس کے جنگل میں اس کے خرد یعنی عقل کے جنگل میں پھول چمکا (کہ دہر تھے) عقل کے سارے درخت وہاں جل چکے تھے۔ وہاں عقل کی گنجائش ہی نہیں ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاں تشریف لے گئے وہاں یہ بھی نہیں تھا کہ کہاں سے چلے ہیں کہاں گئے ہیں کدھر سے آئے تھے کدھر گئے تھے۔ یہ تو عقل کی بات ہو رہی ہے (روش کی۔۔۔ پھول چمکا دہر دہر) [پھول چمکا یعنی شعلہ چمکا] (دہر دہر) ہر جگہ عقل کے پیڑ

جل رہے تھے۔

جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے
قوی تھے مرغان وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

(جلو میں۔اڑے تھے) (سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ساتھ چلتے آدمی کا ایک تصور ہوتا ہے تو آدمی جب سوچتا ہے تو (جلو میں) جو عقل کے مرغ اڑے تھے (عجب۔۔۔پڑتے) ان کا عجب برا حال ہوگیا کہ وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تیزی کا ساتھ، جہاں (سیدنا) جبرئیل امین (علیہ السلام) نہیں دے سکتے وہاں دوسرے کسی کی عقل کیا دے سکتی ہے۔تو ان کا برا حال ہوا۔گرتے پڑتے تھے وہ سدرہ پر ہی رہے تھے تھک کر یہ عقل کی جتنی تیزی تھی اور جتنے تصورات تھے یہ سب آ کر سدرہ پر ان کو دم چڑھ گیا ان کی سانس پھول گئی وہیں رک گئے تھے (وہ سدرہ۔۔۔تھے) ابھی عقل تو رک گئی، اب وہم اس کی اڑان عقل سے زیادہ ہے۔ایک تو ہوتا ہے عقل جو دلیل کے ساتھ چلے، وہم تو بغیر دلیل کے چلتا ہے۔(قوی تھے۔۔۔پر) اب جو وہم کے مرغ تھے وہ عقل سے زیادہ قوی تھے (اڑے۔۔دم بھر) ایک سیکنڈ تک اور بھی وہ دم بھر اڑے تو اب کیا ہوا (اُٹھائی۔۔ٹھوکر) ان کے سینے پہ ایسی ٹھوکر لگی کہ اندیشہ کا خون ان کے سینے سے نکل رہا تھا، حالانکہ جب کسی کے سینے پر ٹھوکر ماری جائے تو اس کو خون کی قے ہوتی ہیں تو کہہ رہے ہیں کہ جو وہم کے پر چونکہ مضبوط تھے تو جو عقل کے مرغ تھے وہ تو رک گئے سدرہ پر وہم کے پر تھے وہ تھوڑے قوی تھے تھوڑا اور آگے بڑھے لیکن ان کے سینے پر ایسی ٹھوکر لگی کہ اندیشہ کا خون ان کے سینے سے نکل رہا تھا۔

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہا مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف تیرے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلوؤں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

(سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے) سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سواری عرشِ مبارک تشریف لے گئی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عرش سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی بلکہ عرش کو اگر فضل ملا ہے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ملا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ ذاتِ اقدس ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرشِ اعظم پر تشریف لے گئے تو فرشتوں نے ندا دی کہ اے عرش واہ تیری قسمت، خوش بخت ہے تو کہ تیری قسمت کے دن پھرے ہیں جو قدم کے پہلے تیرے سر کا تاج تھے دوبارہ تیرے سر پر آئے ہیں (سنا یہ۔۔۔ والے) تاج والے مبارک ہوں (وہی قدم۔۔۔ تھے) جو تیرے شرف کا تاج تھے وہ دوبارہ تیری طرف آ گئے ہیں (یہ سن کر۔۔۔ آقا) ایک تجلی پڑی اور اس کے بعد اس کو بھی کچھ نظر نہیں آیا (یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا پھر ان کے تلوؤں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تلوؤں کا مجھے بوسہ ملے (یہ میری۔۔۔ تھے)

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

(جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلی) عرشِ اعلیٰ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو جھک گیا تھا (گرے تھے سجدے میں بزم بالا) تمام نورانی مخلوق سجدے میں تھی ۲۷ یہ عرشِ اعظم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے آنکھیں مل رہا تھا ۲۸ اور یہ تمام مخلوق جو نورانی تھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد قربان و نچھاور ہو رہے تھے (جھکا تھا مجرے) [مجرا یعنی تعظیم] (کو عرشِ۔۔۔۔۔رہے تھے)

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ مجد (ﷺ)
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

(ضیائیں) [چمک] کچھ روشنیاں عرش پر آئیں کہ عرش کی ساری قِندیلیں جھلملائیں ماند پڑ گئیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی وہ روشنی تھی کہ عرشِ اعظم کی قِندیلیں

---

۲۷ میں نے بہت سے صف بستہ فرشتے دیکھے یہ تمام فرشتے سجدہ میں تھے، میں نے انہیں سلام کیا، سر اُٹھا کر اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں وہ یہ تسبیح پڑھتے تھے

"سبحان الخالق العظیم سبحان الذی لا مقر ولاملجاء الا الیه سبحان العلی الاعلیٰ"

میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا آسمانِ سوم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے یہ عبادت آپ اور آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو مجھے یہ عبادت عطا فرمائی، ہر رکعت میں دو سجدے فرض قرار دیئے کیونکہ فرشتوں نے سر اُٹھا کر میرے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ کیا۔

(معارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 426)

۲۸ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدثین اور اہلِ سیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

چوں رسید آنحضرت بعرش دست زد عرش بداماں اجلال وے۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ ۱۰۷)

جب اللہ تعالیٰ کے حبیب عرشِ اعظم پر جلوہ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامن رحمت پکڑ لیا۔

ان کے سامنے ماند پڑ گئیں (حضورِ خورشید کیا چمکتے) قِندیل کچھ بھی ہو، ایک چراغ ہے جو ایک شیشے کے اندر یا موتیوں کے اندر چمک رہا ہے۔ سورج کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ضیائیں کچھ عرش پر ایسی آئیں کہ اس کی ساری قندیلیں جھلملا گئیں۔ (حضورِ خورشید کیا چمکتے) سورج کے سامنے کیا چمکے گی یہ چراغ اپنا منہ دیکھ رہے تھے کہ ہم کہاں چمک سکتے ہیں اس نورانی چہرہ مبارک کے سورج کے سامنے۔

(یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا ایک منادی آیا۔ وہ یہ خبر لایا کہ حضرت آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) چلیئے، عرشِ اعظم پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہونگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیغام لایا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''اُدْنُ یا احمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)[۲۹] اے احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) قریب ہو۔ ''اُدْنُ یا مبارک'' اے مبارک قریب ہو۔ ''اُدْنُ یا خیر البریہ'' [مختلف الفاظ حدیث شریف میں آئے ہیں] تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی عرشِ اعظم پر مسند نشینی کا سماں تھا کہ رحمت کا پیغام دینے والا یہ پیغام لایا (کہ چلیئے حضرت) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لایئے (تمہاری خاطر) وہ رستے کھلے ہیں جو کہ کلیم (علیہ السلام) پر بند تھے۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ (عزوجلّ) سے عرض کی کہ'' رب ارِنی انظر الیک'' اللہ (عزوجل) مجھے اپنا جلوہ دکھا[۳۰]، اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی طرف

---

[۲۹] نادانی مناد بلغة أبی بکر قف إنّ ربّک یصلّی، فبینا أنا أتفکّر فی ذلک فأقول هل سبقنی أبو بکر؟ فإذا النداء من العلی الأعلی، أدن یا خیر البریة، أدن یا محمّد، أدن یا احمد، لیدنوا الحبیب۔(مواھب اللدنیه)

یعنی ''کسی آواز دینے والے نے مجھے ابوبکر کی زبان میں آواز دی۔ ٹھہریئے آپ کا رب صلوۃ فرمارہا ہے میں اسی خیال میں تھا کہ کیا ابوبکر نے مجھ پر سبقت کی کہ علوا علیٰ سے ندا آئی اے خیر البریہ (مخلوق میں سب سے بہترین) قریب آیئے اے محمد، اے احمد، قریب آیئے، حبیب کو نزدیک آنا چاہیئے''

[۳۰] سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۲

سے یہ فرمایا گیا'' لن ترانی ''تو اللہ تعالی عزوجل کی شان ہے کہ کہیں تو جو طلب کر رہا ہے اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تم دیکھ نہیں سکتے کیونکہ صرف محبوب علیہ السلام کی آنکھیں ہی ہیں جو میرا جلوہ دیکھ سکتی ہیں (تمھاری خاطر۔۔۔کلیم پر)[کلیم سیدنا موسی علیہ السلام کا لقب ہے] (بند راستے تھے) سیدنا موسی علیہ السلام کو جن راستوں پر چلنے نہ دیا گیا جو سیدنا موسی علیہ السلام پر (دیدارِ الٰہی کے راستے) بند تھے اور (وہ) آپ کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ندا کیا تھی (بڑھ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔۔) اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ آگے بڑھئے (قریں ہوں)[ادنُ یا احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)[اعلی حضرت ایک اور جگہ فرماتے ہیں

نہ عرش ایمن نہ انی ذاھب میں میہمانی ہے
نہ لطفِ اُدْنُ یا احمد نصیبِ لن ترانی ہے

تو یہاں ندا دی گئی کہ ادنُ یا احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آگے بڑھیئے اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) قریب آیئے (قریب آ سرور مجد) اے عظمت والے بادشاہ اور اے عزت والے محبوب آپ آگے بڑھئے (نثار جاؤں۔۔تھے)

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

اب اعلی حضرت فرماتے ہیں (تبارک اللہ۔۔۔۔بے نیازی) اللہ بے نیاز ہے اللہ صمد ہے اسی کی شان تبارک اللہ ہے (کہیں تو۔۔۔لن ترانی) کہیں تو لن ترانی کا جوش ہے اور (کہیں تقاضے۔۔۔تھے) اور کہیں خود بلایا جا رہا ہے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

اب اس منزل پر (خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے) عقل سے کہہ دو کہ سلامتی اسی میں

ہے کہ اپنے سر کو جھکا لے۔عقل کی بات کر رہے ہو وہ تو ایسے مقامات ہیں جہاں گمان بھی نہیں پہنچ سکتا (گماں۔۔۔کو لالے) یہاں سمت کو خود لالے پڑ گئے ہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے جہاں سمت ہی نہیں تھی (پڑے یہاں خود جہت) [جہت یعنی] سمتوں کو لالے پڑ گئے ہیں (کسے بتائیں۔۔۔تھے) وہاں سمت ہی نہیں تھی تو اب کس کو بتائیں کس طرف گئے تو اس لئے اعلیٰ حضرت کہتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ (خِرد سے۔۔۔۔تھے)

سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

(این) [کہاں] (متیٰ) [کب] عربی سوالیہ لفظ ہیں: الی، کیف، [کیسے] الی [طرف)، چار لفظ سوال کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ آدمی کہاں گیا، کب گیا، کس طرف گیا اور کیسے گیا، تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں کہ چاروں لفظوں کی یہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہاں کوئی ساتھی ہی نہیں ہے۔ نہ رستے میں کوئی نشان لگے ہوئے ہیں، نہ کوئی جہت یعنی سمتیں ہیں نہ کوئی مکان ہے کہ آدمی بتائے (سراغِ۔۔۔تھا) این یعنی کہاں متی یعنی کب، وہاں این و متی کا کوئی سراغ نہیں تھا، کیف والی کا کوئی نشان ہی نہیں تھا کیسے گئے اور کس طرف گئے اس کا بھی کوئی نشان نہیں تھا (نہ کوئی راہی) نہ کوئی ساتھی تھا (نہ سنگِ منزل) نہ راستے میں نشان لگے ہوئے تھے (نہ مرحلے تھے) نہ وہ طبقہ وار منزل آتے ہیں۔تو کسی کو پتا ہی نہیں ہے۔

ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّیٰ کے سلسلے تھے

(ادھر سے۔۔۔آنا) اللہ تعالی (عز وجل) کی طرف سے تقاضے ہورہے تھے ادنُ یا احمد اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہیبت اور جلالت، اور شرم و حیا سے قدم بڑھانا مشکل ہورہا تھا۔تو جلال و ہیبت یہ کہہ رہے تھے کہ قدم نہ بڑھائے جائیں لیکن جمال اور رحمت یہ کہتے تھے کہ اب جمال ہے اور رحمت ہے تو آگے بڑھا جائے۔اعلیٰ حضرت ان دونوں کے تقاضے بیان کررہے ہیں کہ (اُدھر سے پیہم۔۔آنا) اُدھر سے پیہم تقاضے ہورہے تھے۔(اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا) اس کی وجہ کیا تھی، (جلال و ہیبت کا سامنا تھا۔۔۔تھے)

(بڑھے تو۔۔۔۔) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریب ہوئے لیکن جھجکتے ہوئے ڈرتے ہوئے (حیا۔۔۔۔رکتے جو رکھتے) اگر انہی کی چال پر قرب رہتا (لاکھوں۔۔تھے) تو لاکھوں کروڑوں سال لگ جاتے مقامِ دنا فتدلی [۱۳] تک نہ پہنچ سکتے لیکن (پران۔۔تھا) ان کا بڑھنا صرف نام کا تھا فاعلِ حقیقی اللہ تعالی تھا۔

(تنزلوں میں ترق افزا) تنزل ایک مقام ہے جو تصوّف میں بیان کیا جاتا ہے جب اللہ تعالی (جل جلالہ) کی صفات کا کسی پر جلوہ ہو۔تو اس میں اتنی ترق تھی کہ (دنا فتدلیٰ کے سلسلے [دنا قریب ہونا، تدلیٰ تو پھر زیادہ قریب ہوگیا] سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی قربِ خاص منزلوں میں جو تشریف لے گئے تو ان کا بڑھنا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالی (عز وجلّ) کا فعلِ حقیقی تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص میں تشریف لے گئے۔

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھادیئے تھے

بجرا= چھوٹی کشتی، ناو؛ تموج= موجیں اٹھنا؛ بحر= سمندر؛ ہو= وہ مراد اللہ تعالی؛ بحرِ ہو= بحرِ وحدت۔

اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے مختلف فنون کو سمیٹتے ہوئے مقامِ فنا اور مقامِ بقاء کی کیفیت

---

[۱۳] ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیO فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیO (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۸،۹)

ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

کو بیان کیا ہے اور ایک منظر کا تخیل سامع کے سامنے لاتے ہوئے بتایا کہ جس طرح ایک چھوٹی سی کشتی کو عظیم موج اپنی طاقت سے جب بہا کر لے جاتی ہے تو اپنی طاقت سے طے کئے جانے والے فاصلے سے ہزاروں گنا زیادہ فاصلہ اس موج کی قوت اسے طے کرا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم خاص نے سرکار کو قرب خاص کی منزل عطا کر کے ان کو ہمیشہ کیلئے فنا سے دور بقاء باللہ کے مرتبہ پر ایسا فائز کر دیا کہ اب کوئی اس قرب کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔[۳۲]

کسے ملے گھاٹ کا کنارہ کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

(کسے ملے گھاٹ کا کنارہ) اس سمندر کا کنارہ کس کو مل سکتا ہے (کدھر۔۔اتارا) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں سے گزرے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی منزل کون سی تھی (بھرا جو مثلِ نظر طرارا) جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وہ نورانی بارشیں ہوئیں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہم کیا بتائیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی آنکھوں سے چھپ گئے تھے۔ (بھرا جو مثلِ نظر طرارا۔۔۔۔تھے)

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

(اٹھے جو قصرِ دنا کے پردے) دنا فتدلیٰ محل کے جو پردے اٹھے (کوئی خبر۔۔۔دے) کوئی اس کی خبر کیسے دے سکتا ہے (وہاں تو۔۔۔) وہاں تو دوئی کی جا (جگہ) ہی نہیں ہے (نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے) یہ نہیں کہہ کر کہ وہ نہیں تھے (ارے تھے) اگرچہ وہاں پر دوئی کی جا نہیں ہے لیکن سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے بھی اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیدار ہوا بھی، کس طرح ہوا، یہ دیدار کرانے والا جانتا ہے اور دیدار کرنے والا جانتا ہے۔ وہاں کیا کیا وحی اتریں یہ کسی

---

[۳۲] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

کو پتہ نہیں ہے اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اس کی کیفیت آگے بیان کریں گے۔

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا) اس ملاقات کو، اس زیارت کو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (وہ باغ ایسا رنگ لایا۔ گرہ۔۔۔۔ تھے) [تکمے بٹن کو کہتے ہیں] (گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے) کلیاں ہمیشہ باغ کے اندر پھولتی ہیں، کلیاں باغ میں اُگتی ہیں لیکن یہ ایسی کلیاں تھیں کہ اس کے اندر باغ تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی تجلّیات کے وہ جلوے تھے جو کے کسی سمجھ میں نہیں آسکتے تو اس کو تلمیحاً اعلی حضرت رضی اللہ عنہ ایک ایسے باغ سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس کی کلی کے اندر پورا باغ آیا ہوا ہے اور یہ کلیاں بھی باغ کے اندر دیدہ زیب ہیں۔ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے (ایک جگہ) لکھا ہے

"گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے"

اب اگر کوئی آدمی کہنا چاہے کہ یہ سب بات سمجھ نہیں آتی تو آپ جیومیٹری (Geometry) پر آجائیں۔ جیومیٹری میں مرکز کے ارد گرد جو دائرہ ہوتا ہے اس کو محیط کہتے ہیں۔ دائرے (Circle) کے بیچ کا جو فاصلہ ہوتا ہے اس کو قطر (Diameter) کہتے ہیں سرکل دائرے کا جو ریڈیس (Radius) (یعنی نصف قطر) ہوتا ہے۔ سرکل کے ارد گرد کا جو دائرہ ہے وہ حدود ہے۔ لیکن یہ فرضی دائرہ ہے۔ اصل جو مرکز ہے، وہی دائرے پر حکم کرنے والا ہے۔ آپ مرکز بدل دیں دائرہ خود بخود اپنی جگہ سے حرکت کر جائے گا۔ آپ مرکز میں رہ کر اگر فاصلہ بدل دیں (ریڈیس) بدل دیں تو محیط دور چلے جائے گا۔ اگر آپ مرکز کو ہٹا دیں تو دائرہ اپنی جگہ سے چلے جائے گا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ (محیط و مرکز میں فرق مشکل) محیط اور مرکز میں فرق کرنا مشکل ہے

(رہے نہ۔۔۔۔واصل)، خط اُسے کہتے ہیں جو دو نقطوں کو جوڑے، تو ملانے والا خط اگر چہ ہم کو نظر آتا ہے ملانے والا لیکن وہ یہ بتا تا ہے کہ دونوں میں فاصلہ ہے اگر چہ وہ ملاتا ہے لیکن وہ فصل کرنے والا بھی ہوتا ہے تو یہ خط واصل بھی ہے، فاصل بھی ہے۔ محیط الگ ہے، مرکز الگ ہے لیکن ان دونوں کا کوئی وجود ایک دوسرے کے بغیر نہیں ہے اور دو کمانیں اگر ملا دی جائیں تو ایک دائرہ بنتا ہے لیکن اس دائرہ بننے کے بعد ان دونوں کمانوں کا وجود ایک دوسرے میں الگ نہیں ہو سکتا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کو" **دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی** "دو قوس کا فاصلہ یا اس سے بھی کم۔ ۳۳؎ اب اس کی تشریح مختلف مفسرین نے کی ہے کہ عرب لوگوں میں ایک قانون تھا کہ جب دو قبائل آپس میں صلح کرتے تھے تو دونوں کے سردار اپنی کمانیں ملا کر ایک تیر اس کمان سے چھوڑ دیتے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ جو تمھارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے جو تمھارا دوست ہے وہ میرا دوست ہے۔ جس سے تم صلح کرو گے اس سے ہم صلح کریں گے جس سے تم دشمنی کرو گے ان سے ہم دشمنی کریں گے۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ (عزوجل) نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ مقام دیا کہ جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی اس کے لئے لازم ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آدمی اللہ کا دوست ہو اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی کرے۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

۳۳؎ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں اس بات کو یوں فرماتے ہیں

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً
مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمِ

آپ شب میں مدارج رفعت طے کرتے کرتے قاب قوسین کے مرتبہ کو پہنچے جو نہ کسی کو ملا اور نہ کسی نے اس کا قصد کیا۔

(حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے) اب تجلّی کے حجاب اٹھتے ہیں بظاہر تو ہم کو نظر آ رہا ہے کہ ایک حجاب اٹھا لیکن اس حجاب اٹھنے کے اندر پھر لاکھوں پردے ہیں۔ (ہر ایک۔۔ جلوے) ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ رفرف پر جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو مختلف نور کے دریاؤں سے گزرے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختلف ستّر ہزار حجاب سے گزرے۔ ہر حجاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا گیا اور تمام حجابات کو اٹھا کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجلّیاں دکھائی گئیں۔ نورانی مخلوق نے سرکار کی دست بوسی کی تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (حجاب اٹھنے۔۔۔ وصل وفرقت) بشر کا اس مقام پر پہنچنا ممکن نہیں کسی بشر کا اللہ تعالیٰ (جل مجدہ) کا دیدار کرنا سوائے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ممکن نہیں۔ اس آنکھ کو یہ طاقت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے (دیدار کا جلوہ) کر سکے۔ تو فرقت اور وصل۔ وصل کہتے ہیں ملنے کو، فرقت کہتے ہیں دور ہونے کو۔ وصل اور فرقت آپس میں نہیں مل سکتے۔ ریل کی جو دو پٹریاں ہیں اگر وہ صحیح بچھائی گئیں تو وہ کبھی ملیں گی نہیں۔ اسی طرح جو متضاد چیزیں ہوتی ہیں وہ کبھی ملتی نہیں ہیں۔ وصل، ملنا اور فرقت جدا ہونا یہ جب سے پیدا ہوئے ہیں یہ الگ الگ تھے لیکن یہاں آ کر جو چیزیں ممکن عمومی طور پر نہیں تھیں یہ بھی یہاں ممکن ہو گئیں کہ بندہ اپنے رب کا دیدار کرے (حجاب اٹھنے۔۔۔ وصل وفرقت) وصل [ملنا] اور فرقت (الگ ہونا) یہ جنم کے بچھڑے جو ابتدائے خلقت سے الگ الگ ہیں اب یہاں پر گلے مل گئے۔

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

(زبانیں سوکھی۔۔۔ پائیں) اس وقت کی کیفیت یہ تھی کہ موجیں خود پیاسی تھیں ان کی زبانیں باہر آئی ہوئی تھیں۔ یہ تخیّلات کی ایک زمین بتا رہے ہیں کہ اس وقت انسان کی عقل وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ انسان کی عقل کی جو موجیں ہیں وہ خود پیاسی ہو کر ان کی زبانیں باہر آئی ہوئی تھیں۔ اور بھنور [بھنور کہتے ہیں جو پانی کے اندر چکر گھومتا ہے اور ڈبو کے لے جاتا ہے) تو وہ خود اتنا کمزور

ہو گیا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ جب کسی کی آنکھوں میں حلقے پڑتے ہیں تو دائرے بن جاتے ہیں۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اختتام یہ کررہے ہیں (وہی اول ۔۔ظاہر) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں[۳۴] کہ " ھُوَ الاوَّلُ وَ الاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ البَاطِنُ "اس ضمیر کا مرجع اللہ تعالی (عزوجل) کی ذات بھی لی جاسکتی ہے اور اللہ تعالی کی عطا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اوّل ہیں کہ خِلقت میں سب سے پہلے ہیں[۳۴]۔ آخر اس طرح ہیں کہ بعثت میں سب سے آخر ہیں ظاہر اس طرح ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ (نور) ہر چیز سے عیاں ہے اور باطن میں اس طرح ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر جگہ جلوہ ہونے کے باوجود آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (وہی ہے اول۔۔آخر) اللہ تعالی ہی اول ہے اللہ تعالی ہی آخر ہے " ھُوَ الاوَّلُ وَ الاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ البَاطِنُ " اللہ تعالی کے جلوے تھے اللہ تعالی سے ملنے اللہ تعالی کے حکم سے اس کی طرف گئے تھے۔ کسی کو اعتراض ہو تو اس کا قرآن شریف نے پہلے ہی رد کر دیا ہے کہ سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ (کنزالایمان) (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا)[۳۵] کیونکہ خود نہیں گئے تھے اب لے جانے والا قادر ہے جب لے جانے والا قادر ہے تو تم کو اعتراض کس بات کا۔ اللہ تعالی کی قدرت پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اگر آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یہ طاقت نہیں مانتے تو لے جانے والی بڑی ذات ہے (وہی ہے اول۔۔۔۔۔ سے ملنے) اسی کے حکم سے (اس کی طرف

---

[۳۴] خطبہ مدارج النبوۃ

[۳۵] جعلتک اول النبیین خلقا و آخرھم بعثاً۔

میں آپ کو پیدا ہونے میں تمام انبیاء سے اول لایا اور ظاہر ہونے میں سب سے آخر میں۔

(الشفاء، جلد اول، صفحہ ۲۴۰)

گئے تھے)

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(کمانِ امکاں۔۔نقطوں) اب عالمِ امکاں کی بحث ہے کہ یہ ممکن ہے کہ آدمی زمین سے پہلے آسمان میں جائے۔ کرۂ ناریہ ہوتا ہے اس کو کس طرح عبور کرے گا۔اس کے بعد (کششِ ثقل)(Gravitational Force) ہے کس طرح آگے جائے گا۔فلسفیوں کے پاس کافی اعتراضات تھے تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (کمانِ۔۔نقطوں) اے امکان کے سوچنے والو اور جھوٹے نقطوں اور نقطے نکالنے والو، تم اول آخر کے پھیر کی بات کر رہے ہو۔تم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ادا کو تو کہاں سمجھو گے تو پہلے دائرے کی چال دیکھ کر بتا دو کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہے اس کی انتہاء کہاں ہے۔دائرے کی ابتداء نہ تم بتا سکے ہو نہ انتہاء بتا سکے ہو۔اس میں اختلاف پایا کہ دائرے کی ابتداء مرکز ہے۔کوئی کہتا ہے کہ دائرے کی ابتداء سب سے زیریں نقطہ ہے، کچھ کہتے ہیں کہ دائرے کی ابتداء سب سے بالائی نقطہ ہے۔ابھی تم دائرے کی ابتداء بتا نہیں سکے تم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ادا کا کیا بتاؤ گے۔دائرے کی چال کو تو پہلے سمجھو (کمانِ امکاں۔۔۔چال سے) کدھر سے شروع ہوا اور کدھر ختم ہوا۔(کدھر سے آئے کدھر گئے تھے)۔

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خسروی میں
سلام ورحمت کے ہار گندہ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

(اِدھر سے تھیں شہ نمازیں) سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دربارِ اقدس میں نمازیں پیش کیں تحیات پیش کئے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ یہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے، یہ معراج کا واقعہ ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ " سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلامتی اور صلاۃ وسلام کے

پھول برسائے گئے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اسی کی طرف کہتے ہیں (اِدھر سے۔۔نمازیں) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو نذر کی گئیں وہ نمازیں تھیں (اُدھر سے انعامِ خسروی میں) بادشاہانہ انعام میں کیا تھا (سلام ورحمت کے ہار گندھ کر) سلام اور رحمت کے ہار گندھ گندھ کر (گلوئے پرنور) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گلے مبارک میں ڈالے جارہے تھے۔

زبان کو انتظار گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن

یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

(فارسی میں گفتن کے معنی کہنا اور شنیدن کے معنی سننا) اب کیا بات ہوئی کس طرح بات ہوئی اس کا بتا رہے ہیں (زبان کو انتظارِ گفتن) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک انتظار ہی کرتی رہی کہ میں کچھ کہوں لیکن بولنے کا موقع ہی نہیں ملا، کیونکہ جو کچھ بولا گیا اور جو کچھ بتایا گیا وہ زبان کے واسطے اور کان کے واسطے کے بغیر بتایا گیا۔ زبان کو انتظار رہے گا کہ کچھ بولے (تو گوش کو حسرتِ شنیدن) اور کان اس حسرت میں رہے کہ کچھ سنے (یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا) (جو بات سننی تھی سن چکے تھے) قرآن شریف میں اس کو "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" (کنز الایمان) (اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی) یہ اس کی تشریح نہیں کی گئی اس کو بند رکھا گیا ہے تو وہ جانے جس نے وحی کی اور وہ جانے جس پر وحی کی گئی۔ جب اللہ تعالیٰ خود مخلوق کو بتانا نہیں چاہتا اسی لئے اس کو مبہم کہا گیا تو اب کون جان سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نہ بتانا چاہے۔

وہ برج بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا

چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

(وہ برج بطحا کا ماہ پارا۔۔سدھارا) اب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکاں لامکاں سے واپس جنت کی سیر کو تشریف لا رہے ہیں، اب جنت کی کیا کیفیت تھی (وہ برجِ بطحا) وہ مکہ شریف کا چاند جب جنت کی سیر کو گیا (چمک۔۔۔۔ستارا) یہ نہیں ہوا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کو جنت میں جانے سے شرف حاصل ہوا بلکہ جنت کی قسمت کا ستارا اوج پر تھا کہ (اس قمر کے قدم گئے تھے) (وہ برجِ۔۔۔۔تھے)

سرور مقدم کے روشنی تھی کہ تابشوں سے مہ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

سرور=خوشی؛ مقدم=تشریف آوری، میم اور دال پر زبر کے ساتھ
تابش=چمک؛ جھاڑ=ایک قسم کا روشنی بکھیر نیوالا فانوس.

اب سرکار اعلیٰ حضرت سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جنت میں رونق افروز ہونے کے منظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تو مدینہ شریف کے چاند کے چہرہ انور کی تابش وچمک سے جنت کے گلستانوں کا ہر ہر پودا اس کے عکس سے منور ہو کر جگمگا رہا تھا اور ان کے پھول اس قدر چمک رہے تھے کہ گویا ہر پھول ایک مکمل فانوس (شینڈلیر) لگ رہا تھا اور اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔

طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکئے
یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکش ارہ کے تلے تھے

(طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے) خوشی اس پر ابھار رہی تھی کہ جھومو جب کوئی مہمان آتا ہے، کوئی محبوب آتا ہے تو خوشی کہتی ہے کہ جھومو تو جنت کے پودوں کی کیا کیفیت تھی۔ جنت کے پودوں کی کیفیت یہ تھی کہ خوشی ان کو کہہ رہی تھی کہ جھومو لیکن ادب بندش تھی، ادب باندھ رہا تھا کہ ہلنا مت، ایک جذبہ کہہ رہا ہے کہ جھومو، دوسرا جذبہ کہہ رہا ہے کہ ادب یہ ہے کہ بالکل مت ہلنا تو گویا کہ کسی زمانے میں درختوں کو کاٹنے کے لئے ایک آرا ہوتا تھا۔ جس کو دو آدمی چلاتے تھے۔ اگر پہلا آدمی چھوڑتا تھا تو دوسرا کھینچتا تھا تو آرا چلتا تھا، جب دوسرا چھوڑتا تھا تو آرا اس طرف جاتا تھا، اسی طرح آرا چلتا تھا۔ لیکن اگر دونوں طرف زور برابر کا ہو تو وہ ساکت ہوتا ہے۔ یعنی یہ جنت کے پودے جو ساکت کھڑے ہوئے ہیں یہ ایسے نہیں کہ ان کو خوشی نہیں ہوئی لیکن کیا ہوا ہے کہ ان کو خوشی

تو یہ کہہ رہی ہے کہ جھومو لیکن ادب کہہ رہا ہے کہ ہلو نہیں۔ جب دونوں طرف آرے کے برابر طاقت ہو تو آرا رک جاتا ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (طرب کی نازش کہ ہاں لچکیئے، ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیئے) یہ دو ضدین کا جوش تھا (کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے) کھینچا کھینچی آرے کی کھینچا کھینچی کے اندر میں تھے۔ ایک جذبہ کہہ رہا تھا جھومو، ایک جذبہ کہہ رہا تھا کہ ہلو مت۔

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے جو زنجیر کہ ہل رہی تھی وہ ہل رہی تھی بستر بھی گرم تھا، جو پانی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تھا، جو بہہ رہا تھا، وہ بہہ رہا تھا۔ اب اس کی کیا وجہ تھی؟ دیکھیں ہم لوگ، ایک مشین ہے فیکٹری میں، مشین چل رہی ہے بجلی چلی گئی، اب کیا ہوگا، وہ مشین وہیں رک جائے گی، جب تک بجلی نہیں آئے گی، وہ چکر نہیں مارے گی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی جان ہیں، بجلی کیا چیز ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ہی ساری زندگی ہے ساری حیات جو ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ہے، جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے کائنات کا پورا عمل رک گیا، ٣٦؎ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، زنجیر نے ہلنا شروع کردیا، بستر کی گرمی باقی رہی، جو پانی بہہ رہا تھا اس نے پھر بہنا شروع کردیا ٣٧؎ (خدا کی قدرت کہ۔۔۔کرکے) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کڑوروں منزل میں

٣٦؎ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا

ہے انہی کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا وہ نہ ہوں عالم نہیں
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہان ہے

گئے۔ایک ایک منزل کے درمیان لاکھوں سالوں کا فاصلہ تھا۔سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سب زیارتیں کرکے،سب جگہ تشریف لے جاکر جب واپس (تشریف) لائے۔(ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی) ابھی تاروں کی چھاؤں نہیں بدلی تھی یعنی تاروں کی ایک چمک ہوتی ہے،ایک چمک اور دوسری چمک کے درمیان جو اندھیرا ہوتا ہے یہ بھی بدلہ نہیں تھا (ابھی نہ۔۔۔۔تھے)، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے۔[۳۷]

نبی رحمت شفیع امت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

شاعری میں ایک صنعت ہے حسنِ اختتام۔حُسنِ اختتام یہ کہ آدمی اپنی نظم کو اس طرح اختتام کرے کہ اس میں کچھ مانگ لے،کچھ طلب کرلے تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں (نبی رحمت شفیع امت۔۔۔تھے) جب آدمی کسی مہمان کو بلاتا ہے تو اپنے غلاموں کو اچھے کپڑے پہناتا ہے۔ غلاموں میں لباس بانٹے جاتے ہیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اس وقت جو خلعتیں بادشاہ اپنے درباریوں کو دیتا ہے وہ کپڑے نہیں کہے جاتے وہ خلعت کہی جاتی ہے تو بادشاہ کے ہاں جب کوئی محبوب یا کوئی مہمان آتا ہے یا بادشاہ کی شادی ہوتی ہے یا اس کے شہزادے کی شادی ہوتی ہے کوئی خوشی کا موقع آتا ہے تو بادشاہ خاص لباس بنا کر سب کو بانٹتا ہے۔تو (بلاتشبیہ وتمثیل) اللہ کریم ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے محبوب ہیں،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تھے تو نبی رحمت،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو

---

[۳۷] ہر چیز ازسرِ نو اپنے مراحل کو طے کرنے لگی،چاند سورج اپنی اپنی منازل پر چلنے لگے،حرارت وبرودت اپنے درجات طے کرنے لگی،جو چیزیں حرکت سے سکون میں آگئی تھیں،مائل بہ حرکت ہونے لگیں،وضو شریف کا پانی بہنے لگا۔(ملخصاً تفسیر روح المعانی،پارہ 15،صفحہ 12،تفسیر روح البیان،جلد 5،صفحہ 125)

رحمت والے نبی ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امت کے شفیع ہیں، رضؔا (رضی اللہ عنہ) پر بھی کچھ عنایت ہو جائے، اسے بھی ان خلعتوں سے کچھ تھوڑا سا حصہ مل جائے جو خاص رحمت کے وہاں بٹے تھے۔

اب انکساری کرر ہے ہیں (ثنائے سرکار ہے وظیفہ) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی کسی دولت مند کی تعریف کے لئے کوئی شعر نہیں لکھا۔نواب نان پارہ، ریاستِ نان پارہ کا جو نواب تھا اس کی شاید مسند نشینی تھی یا تاج پوشی رکھی تھی تو اس نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ آپ کوئی شعر لکھیں، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت کچھ لکھ دیں بہت بڑے نواب ہیں، کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا دین پارۂ ناں نہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف لکھی، اس کی تعریف کوئی نہیں لکھی اور اس کے آخر میں انکار بھی کر دیا کہ میرا دین پارۂ ناں یعنی روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے۔یعنی نان پارہ ریاست کا ذکر کیا کہ وہ تو روٹی کا ٹکڑا ہے اس کی کیا قدر ہے! (ثنائے۔۔۔تمنا) ہمارا مقصد، ہمارا وظیفہ، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا ہے اور ہماری تمنا کیا ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبول فرمالیں۔ (نہ شاعری کی) نہ شوق تھا، نہ لالچ تھی، نہ اس کی پرواہ تھی کہ وہ شاعری ہو جائے (کیا ردی تھی کیا قافیے تھے) نہ کوئی ردیف کا ہم نے خیال کیا نہ قافیوں کا خیال کیا۔پھر بھی ایسی چیز لکھ دی کہ محسن کاکوری نے جب سنا، بولے حضور، میں معذرت خواہ ہوں اس قصیدے کے بعد میں اب کچھ بھی نہیں سنا سکتا۔محسن کاکوری کا قصیدہ ہمارے کورس میں یہ کہا جاتا ہے کہ معراجِ نظم کہا جاتا ہے۔یہ نظم کی معراج ہے لیکن محسن کاکوری خود جو یہ قصیدہ لے کر آیا، دو شعر سنائے، جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا قصیدہ سنا، بند کر کے چپ چاپ چلا گیا کہ حضور اب تو گنجائش ہی نہیں رہی کہ حضور اب میں کچھ سناؤں۔

☆☆☆☆☆☆

نعت

اوج پانا میرے حضور کا ہے
عرش جانا میرے حضور کا ہے

عرش سے بھی پرے وہ ہو آئے
آنا جانا میرے حضور کا ہے

شادیانیں بجیں شبِ معراج
آج جانا میرے حضور کا ہے

حق تعالیٰ کا جلوہ راتوں رات
دیکھ آنا میرے حضور کا ہے

لعل و یاقوت و نیلم و مرجان
ہر خزانہ میرے حضور کا ہے

دینے والی ہے ذات اللہ کی
پر دلانا میرے حضور کا ہے

غم نہ محشر کی دھوپ کا ہے کہ وہاں
شامیانہ میرے حضور کا ہے

کاش کہنے لگیں یہ لوگ عبیدؔ
تو دیوانہ میرے حضور کا ہے

☆☆☆☆☆

مناجات

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گورِ تیرا کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیاء کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
ربِ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

☆☆☆☆☆

سلامِ رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شبِ اَسریٰ کے دولہا پر دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طِیب و نُزہَت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

غوثِ اعظم امامُ التُّقٰے و النُّقٰے
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆